اسلامی اقدار کا نقیب
ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

نگران اعلیٰ
مولانا مفتی محمود

۲۲
۱۲

ایک عظیم انقلابی راہنما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پرانی یادیں : علامہ انور شاہ کاشمیریؒ

شہید حریت مولانا شمس الدین شہیدؒ

ج ۲۲

۲۱ مارچ تا ۲۷ مارچ ۱۹۸۰ء ❁ شمارہ ۱۲ ❁ قیمت ایک روپیہ پچاس پیسہ

حدیثِ دل سُنائی خامشی نے

کیا ترکِ تعلّق زندگی نے
چمن میں لب جہاں کھولے کلی نے
نہیں بے وجہ روئی شب کو شبنم
مَسل ڈالا ہے گُل شائد کسی نے
ہے کتنا بیکس و مجبور پھر بھی
قیامت ڈھائی ہے اس آدمی نے
زباں جب ہو گئی عاجز بیاں سے
حدیثِ دل سُنائی خامشی نے
ہے دیوانہ بَری ہر کشمکش سے
کیا ہے قید مجھ کو آگہی نے
لگا یوں جیسے ہے میرا فسانہ
فسانۂ غم کا جب چھیڑا کسی نے
ترقی بن گئی وجہ تباہی
اندھیرا یوں بڑھایا روشنی نے
نہیں سایہ بھی اپنا اے شفیق اب
ہمیں یہ دن دِکھایا مفلسی نے

دعوتِ فکر پئے ذہن رسا دیتے رہے

شر پسندوں کے وہ ذہنوں کو غذا دیتے رہے
اختلافات کو جو لوگ ہوا دیتے رہے
گُل کو نکہت کہیں غنچوں کو ادا دیتے رہے
تشنہ نغمات کو ہم صوت و صدا دیتے رہے
وہ جو مفہومِ وفا سے نہیں واقف اب تک
کیا غضب ہے وہ ہمیں درسِ وفا دیتے رہے
رات اندھیری تھی اگرچہ یہ سڑک روشن تھی
زخمِ دل راہگذاروں کو ضیا دیتے رہے
ضعفِ اعصاب، کمر خم، یہ بصارت کی کمی
کشتیٔ عمر کو منزل کا پتا دیتے رہے
مسئلے لوگ نئے روز اٹھاتے ہی رہے
دعوتِ فکر پئے ذہن رسا دیتے رہے
گو کہ دشوار تھا دو گام بھی چلنا لیکن
زندگی دشت کو ہم آبلہ پا دیتے رہے
وہ جو تحقیر سے لیتے تھے مرا نام شفیق
بر سرِ بزم حوالہ وہ مرا دیتے رہے

شَفِیق دہلوی، دہلی (بھارت)

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

جلد نمبر ۲۲ شمارہ نمبر ۱۲

جمعۃ المبارک ۹ جمادی الاوّل ۱۴۰۰ھ

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک
سالانہ
۶۵ روپے
ششماہی
۳۳ روپے
سہ ماہی — ۱۷ روپے
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

خط و کتابت : ترجمان اسلام چوک رنگ محل لاہور

مکّہ کانفرنس کی اپیل

مکّہ معظّمہ میں منعقد ہونے والی اسلامی ممالک کے مذہبی امور اور اوقاف کے وزراء کی کانفرنس نے تمام دنیا سے بالعموم اور عالم اسلام سے بالخصوص اپیل کی ہے کہ وہ افغان حریت پسندوں کی مدد کریں۔ کانفرنس میں افغانستان کی صورتِ حال پر غور کیا گیا اور ایک قرارداد کے ذریعے اسلامی ممالک پر زور دیا گیا کہ وہ افغانستان کی جنگِ آزادی میں حریت پسندوں کی حمایت کریں۔ کانفرنس میں مشرق وسطیٰ کی صورتحال پر تفصیلی غور کیا گیا اور ایک قرارداد کے ذریعہ تمام عالمی تنظیموں سے اپیل کی گئی کہ وہ مسلمانوں کے مقدس مقامات خاص طور سے مسجد ابراہیم کے بارے میں اسرائیل کی جارحیت کو ختم کرنے کے لئے اقدام کریں۔

عالم اسلام کی موجودہ صورت، مشکلات اور مسائل کسی سے پوشیدہ نہیں۔ خود عالم اسلام تو بخوبی اپنے گو ناگوں اور نت نئے مسائل سے تو کم از کم آگاہ ہے بہا اہم ہے کہ ان مسائل کا تعلق براہ راست ان ممالک سے ہے۔ ان مسائل سے نپٹنے اور پے بہ پے مشکلات سے برد آزما ہونے کا صرف اور صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ عالم اسلام اپنی معمولی رنجشوں اور وجودی اختلافات کو فراموش کر کے زیادہ سے زیادہ قریب آئے اور مشترکہ طور پر ان مسائل و مشکلات کا حل تلاش کرے جس میں وہ گھرا ہوا ہے۔

یقیناً یہ امر خوش آئند ہے کہ عالم اسلام نے اپنے مسائل کے سلسلے میں مل بیٹھنے کی راہ اپنائی ہے اور اس میں کچھ پیش رفت بھی ہوئی ہے۔

اس سے قبل اسلامی وزرائے خارجہ کی کانفرنس اسلام آباد پاکستان میں ہو چکی ہے جس کا موضوع خاص طور سے افغانستان میں روس کی طرف سے ہونے والی مسلح جارحیت تھا۔ اسلامی وزراء خارجہ کی کانفرنس میں روسی جارحیت کی مذمت کے ساتھ ساتھ افغانستان میں مداخلت بیجا سے باز رہنے کی قرارداد پاس کی گئی۔ وزراء خارجہ کانفرنس کی قراردادوں نے عالمی رائے عامہ کی بیداری میں خاصا کردار ادا کیا۔

مکّہ معظّمہ میں ہونے والی مذہبی امور اور اوقاف کے وزراء کی کانفرنس نے بھی اپنی قراردادوں کے ذریعہ پوری دنیا کو بالعموم اور عالم اسلام کو بالخصوص افغانستان میں ہونے والے مظالم کی طرف توجہ دلائی ہے۔ افغان مجاہدین روس ایسی سپر طاقت کا مقابلہ جس کسمپرسی اور بے سرو سامانی کی حالت میں کر رہے ہیں اور جس بے جگری و حوصلہ مندی سے روسی فوج کے دانت کھٹے کئے ہوئے ہیں وہ لائق صد تحسین و آفرین ہے۔

اب عالم اسلام کی سب سے بڑی ذمّہ داری یہ ہے کہ وہ افغان مجاہدین کی کھل کر مدد کرے اور اس حقیقت کو بخوبی سمجھ لینا چاہیئے کہ افغان مجاہدین کی مدد دراصل اپنی مدد آپ کا مصداق ہے۔ اس سلسلے میں وقتی مصلحتیں اور مداہنت کی پالیسی کو خیرباد کہہ کر پوری قوت و جرأت سے میدان عمل میں اترنا ہوگا۔ حالیہ کانفرنس میں مقامات مقدسہ کی حفاظت اور اسرائیل کی جارحیت کے سلسلے میں اقدام کرنے کی قرارداد بھی ہم سے یہی تقاضا کرتی ہے کہ اپنی قوتوں کو مجتمع کر کے اپنی آزادی کو برقرار رکھیں اور مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کا فریضہ بھی انجام دیں۔ اس سلسلے میں اگر ان کانفرنسوں میں اپیل اور سفارشات کے دائرہ سے نکل کر حصول مقاصد کے لئے کمیٹیاں تشکیل دی جائیں اور تقسیم کار کی روش اپنائی جائے تو مطلوبہ مقاصد برآمد ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کانفرنس میں سابقہ کانفرنسوں میں (باقی صـ۲ پر)

طابع، پرنٹر، پبلشر مولانا عبیداللہ انور مطبع ... شیرانوالہ گیٹ، لاہور — ۸

محمد نعیم ترین

ایک عظیم انقلابی راہنما

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

انقلاب کے لفظی معنی ہیں اُلٹ پلٹ دینا، بدل دینا اور مروجہ اصطلاح میں اسے استعمال کیا جاتا ہے اس معنی میں کہ کسی انسان کا اپنی سیرت اور کردار میں واضح تبدیلی لے آنا یا کسی معاشرہ کی ایک حالت کا دوسری حالت میں بدل جانا اس طور پر کہ یہ تبدیلی اور تغیر نمایاں طور پر نظر آئے۔ یہ تبدیلی جس شخص کے ہاتھوں انجام پائے اُسے انقلابی یا اس انقلاب کا بانی کہہ دیا جاتا ہے۔ ہم جب اس مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دنیا کی تاریخ پراگندہ پر سرسری سی نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں بیسیوں شخصیتیں ایسی دکھائی دیتی ہیں جنہوں نے اپنی ذہانت، شجاعت، طاقت، جواں ہمتی اور اولوالعزمی اور ذاتی اثر و رسوخ کے بل بوتے پر ایسے ایسے انقلاب بپا کیئے کہ چشمِ دنیا دیکھتی رہ گئی۔ ان کی کوششوں نے ذہنیتوں پر گہرا اثر ڈالا اور افرادی اور اجتماعی زندگی کی کایا پلٹ گئی؛ لیکن ان میں سے اکثر انقلابات ایسے ہیں کہ ان کے پس منظر میں ہمیں گھٹی گھٹی سسکیوں، دبی دبی آہوں معصوم چیخوں، لٹی عصمتوں، تڑپتی لاشوں، مسخ شدہ جسموں اور روندی ہوئی تمناؤں کا ایک ہولناک منظر دکھائی دیتا ہے اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بانیوں نے مکمل انقلاب کے تقاضوں کو پورا نہ کیا مثلاً ان انقلابات کی بنیاد کسی صحیح نصب العین پر استوار نہ کی گئی تھی اور نہ ہی ایسے اصولوں کو اساس قرار دیا جو فطرتِ انسانی کی صحیح ترجمانی کرتے ہوں بلکہ محض سطحی جذبات کو انگیخت کرنے والی پرکشش باتوں اور جذباتی نعروں کے ذریعہ رائے عامہ ہموار کرلی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ انقلاب دیرپا ثابت نہ ہوئے اور جونہی جذبات حالتِ اعتدال میں آئے فطرت اپنے حقیقی تقاضوں کے لئے مضطرب ہو گئی۔ قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ یہ انقلاب اپنے اندر ایسی وسعت، اثر پذیری اور احاطہ نہ رکھتے تھے کہ ان سے زندگی کا ہر پہلو متاثر ہوتا اور ہر گوشہ زندگی میں تغیر کے آثار دکھائی دیتے یعنی ان میں ایسی عمومیت نہ تھی کہ پوری زندگی پورے نظامِ حیات اور طرزِ فکر کی کایا پلٹ جاتی اور پرانے نظامِ زندگی کی جگہ کوئی دوسرا نظام لے لیتا اور معیشت سے معاشرت تک ثقافت سے سیاست تک اور انفرادی زندگی سے اجتماعی زندگی تک سب کچھ انقلاب کے سانچوں میں ڈھل جاتا۔ بلکہ ہوا یہ کہ زندگی کے کسی ایک تقاضے کو لے کر اسی کو اپنی منزل بنا کر عوام کے جذبات کو اُبھارا گیا اور جب جاہل عوام کی اکثریت نے اپنے رہنماؤں کے جذباتی نعروں اور خوبصورت دعووں میں اپنے کسی تشنہ تقاضے کی تکمیل ہوتے دیکھ کر ان کا ساتھ دیا، قربانیاں دیں، شمشیر و سناں کی منزل سے گذرے تو انقلاب بپا ہو گیا۔ علاوہ ازیں یہ سوال بھی خاصا توجہ طلب ہے کہ آیا ان انقلابات کے تمام مراحل اول سے آخر تک کسی ایک ہی شخص کے ہاتھوں انجام پذیر ہوئے، یا یہ ہوا کہ خاکہ تو کسی ایک شخص نے بنایا اور اس میں رنگ کسی اور نے بھرا۔ اس بحث کے بعد ہم کامل انقلابی اور ناقص انقلابی کے درمیان واضح تمیز کر سکتے ہیں۔ اگر کسی انقلاب کا بانی ایسا ہو کہ جس نے انقلاب کا خاکہ بھی خود تیار کیا ہو انقلاب کو جدوجہد، کشمکش اور تصادم کے وسطانی مراحل سے بھی اس نے خود گذارا ہو، اس انقلاب کی تکمیل کے لئے افراد کی ذہنی تربیت بھی اس نے خود کی ہو، ان میں جہاد کی روح اور اسپرٹ بھی اسی کی تعلیم سے پیدا ہوئی ہو اور یہ انقلاب زندگی کے ہر گوشے کو متاثر کرتا ہو اور اس میں ایسی جامعیت ہو کہ وہ لوگ جو شراب کے بغیر ایک دن بھی نہ گذار سکتے تھے اسقدر پاکیزہ بن گئے کہ شراب کے لئے استعمال شدہ برتن کو بھی چھونا گوارہ نہ کرتے تھے؛ بت پرستی جن کو ورثہ میں ملی تھی اپنے ہاتھوں سے بتوں کو توڑنے لگے۔ یہ سب کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا فیض اثر تھا۔

ایک اور اعتبار سے غور فرمائیے ہر انسان میں کوئی نہ کوئی نقص اور عیب ہوتا ہے جس پر اجنبیوں کو اگرچہ اطلاع نہ ہو مگر انسان کے احباب رشتہ دار قریبی اس پر ضرور مطلع ہوتے ہیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انقلابی دعوت پیش کی اور دعویٰ نبوت کیا

کے بجائے گہرائی و گیرائی ہو، وقتی کام چلانے کے لئے محض جذبات ہی نہ ابھارے گئے ہوں بلکہ فطرت کے تقاضوں کو بھی پورا کیا گیا ہو تو ہم ایسے انقلاب کو مکمل انقلاب اور اس انقلاب کے بانی کو دنیا کا عظیم ترین انقلابی قرار دیں گے۔ انقلاب فرانس میں بھی آیا اور روس میں بھی اور بلاشبہ ان دونوں انقلابوں نے نظامِ کہن کو ہلا کر رکھ دیا، لیکن انقلاب فرانس سے محض نظام سیاست و حکومت میں اور انقلاب روس سے نظام معیشت میں تبدیلی پیدا ہوئی اور پھر انقلاب فرانس اس سوچ کے نتیجہ میں رونما ہوا جو روسو اور والٹیر ایسے متعدد مؤلفوں کی تالیفات کے سبب پیدا ہوئی لیکن عملی انقلاب چند آوارہ منش لوگوں کے ہاتھوں اپنے انجام تک پہنچا، اسی طرح انقلاب روس کی بنیادیں مارکس کی مشہور تصنیف داس کیپٹل میں پیش کئے گئے خیالات پر استوار ہوئیں، اور خود مارکس کی زندگی میں ایک ایسی منظم جماعت بھی تیار نہ ہو سکی جو کسی خطۂ زمین میں انقلابی آواز بلند کرنے کی صلاحیت رکھتی اور نہ ہی یہ خیالات کہیں عملی طور پر نافذ ہو سکے بلکہ مارکس کے خیالات کو عملی انقلاب کی شکل لینن نے دی جس کا تعلق ایسے ملک سے تھا جس کا لینن کے وطن سے دُور کا واسطہ بھی نہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمیں ایک بھی ایسا شخص تاریخ میں نہیں ملتا جس پر مندرجہ بالا تشریح کے مطابق "کامل انقلابی" کے لقب کا اطلاق کیا جا سکے؛ سوائے اس عظیم ذات کے جس کا نسبی تعلق تو صرف عرب کے خاندان قریش سے تھا مگر روحانی تعلق دنیا کے ہر ذی نفس سے ہے، جو آج سے چودہ سو برس قبل مکہ میں تولد ہوئی، جس نے یتیمی کے باوجود بے نظیر بچپن اور لاجواب شباب کا پاکیزہ نمونہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاشرہ میں آنکھیں کھولیں جو قرآن کی زبان میں دہکتی ہوئی آگ کے تباہ کن گڑھے تک پہنچ چکا تھا۔ غربت و افلاس، ظلم و ستم، رقابتیں اور عداوتیں، چھیڑ چھاڑ اور لڑائیاں، عصمت دری اور ڈاکہ زنی وغیرہ جس کا طغرائے امتیاز تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی اس مسموم اور مشرکانہ فضا میں توحید کی دعوت دی اور قبائلی نسبی اور وطنی تعصب کے بتوں کو توڑنے کا حکم دیا۔ اس عفونت زدہ ماحول میں ذہن سازی کا آغاز کر کے آپ علیہ السلام نے انقلاب کی بنیاد رکھدی۔ سرداران مکہ نے پہلے پہل تو آپ علیہ السلام کی دعوت کو درخور اعتناء نہ سمجھا، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام ان بتوں کی خدائی ختم کرنے پر تُلے بیٹھے ہیں جن کی پرستش انکے آباؤاجداد کے وقت سے ہوتی چلی آتی ہے۔ یہ اخوت و محبت کی دعوت ہمارے نسبی اور وطنی غرور کو مٹا دینا چاہتی ہے۔ محمد بن عبداللہ جس مساوات کا درس دیتے ہیں اس کے مطابق محکوم اور حاکم کے لئے ایک ہی قانون ہوگا، ابوطالب کے بھتیجے کی تذکیرات و تخویفات سے ہماری سرمستیوں اور عیش کوشیوں میں خلل واقع ہوگا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان تک کے مخالف ہو گئے۔ آپ علیہ السلام کے ماننے والوں کو ہر طرح ستایا گیا، خاندانِ نبوت کے ساتھ امتیازی سلوک کرتے ہوئے سماجی مقاطعہ کیا گیا۔ اہلِ اسلام کو دہکتے ہوئے انگاروں اور تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر تختۂ مشق بنایا گیا، مگر وہ آزمائش کی بھٹی سے کندن بن کر نکلے۔ کفار کا سب و شتم استہزاء اور تمسخر، ظلم و ستم، تکلیف دہی اور ایذا رسانی ایسی کوئی چیز بھی ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ پیدا کر سکی۔ خوب غور کر لیجئے کہ جس ذات گرامی کو متزلزل کرنے کے لئے یہ سب کچھ کیا جا رہا تھا، اس نے کسی موقع پر بھی کم ہمتی دکھائی یا اپنے نصب العین سے سرِ مو انحراف کیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے مکہ کی سرزمین کو جب ناموافق پایا تو مدینہ چلے گئے۔ اگرچہ مشرکین مکہ نے پیچھا تو وہاں بھی نہ چھوڑا بلکہ یہود کی شکل میں کمینہ خصلت دشمنوں میں اضافہ ہو گیا، تاہم ذہن سازی اور تربیت کے مواقع وہاں زیادہ میسر تھے۔ آپ علیہ السلام یکسو ہو کر آنے والے انقلاب کی بنیادیں مضبوط کرتے رہے، اور جب ایک کثیر تعداد نے ٹھنڈے دل و دماغ سے غور و فکر کے بعد آپ علیہ السلام کی دعوت کی صداقت کو تسلیم کر لیا اور آپ علیہ السلام کے پیش کردہ اصولوں، نظام تمدن و سیاست، آئین ثقافت و معاشرت طرز حکومت اور اندازِ بود و باش کی صحت اور سچائی پر وہ ایمان لے آئے تو آپ علیہ السلام نے بلا خون بہائے عرب کے مرکز ۔ مکہ ۔ کو فتح کر کے انقلابی قوانین کو عملاً نافذ کر دیا۔

آپ یقیناً جاننا چاہیں گے کہ جب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے ان ستمگروں پر تسلط حاصل ہو گیا جنہوں نے آپ علیہ السلام کے لئے اور آپ علیہ السلام کے صحابہؓ کے لئے جینا کٹھن کر دیا تھا تو ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا؟ ان سے سمیہؓ کے خون کا، خبیبؓ کی پگھلی ہوئی چربی کا، بلالؓ کی مظلومیت کا، سہ سالہ حبس ناروا کا، مظلوموں کی چیخوں کا کیا انتقام لیا گیا؟ اور مکہ کا فاتح جب بلاکشوں اور مظلوموں کا لشکر جرار لے کر فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوا تو اس کے غرور اور ناز کی کیا حالت تھی؟ فتح کے نشہ میں اس کے لشکریوں نے کتنی عصمتیں برباد کیں؟ اور آتش انتقام سرد کرنے کے لئے کتنوں کا خون بہایا؟ کتنے بچے یتیم ہوئے اور کتنی سہاگنوں کے سہاگ ان کے انتقام کی بھینٹ چڑھے؟ یہ سوال اس لئے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ فاتحین کی تاریخ یہی کچھ بتاتی ہے کہ عصمتوں کی پامالی، کھوپڑیوں کے میناروں، خون کے دھاروں اور لاشوں کے انباروں کے بغیر فتح کا مفہوم ہی مکمل نہیں ہوتا، اور پھر فتح بھی ان کینہ پروروں پر جنہوں نے اپنے

عہد اقتدار میں ظلم وستم کے پہاڑ توڑے اور وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا، مگر تاریخ دیکھئے کیا کہتی ہے:

"مکہ جب فتح ہوا تو حرم کے صحن میں کس حرم کے صحن میں جہاں آپ علیہ السلام کو گالیاں دی گئیں، جہاں آپ علیہ السلام پر نجاستیں پھینکی گئیں، آپ علیہ السلام کے قتل کی تجویز منظور ہوئی، قریش کے تمام سردار مفتوحانہ کھڑے تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے۔ وہ بھی تھے جو آپ علیہ السلام کو جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جو آپ علیہ السلام کی ہجویں کہا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو آپ علیہ السلام کو گالیاں دیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو خود اس پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیوں کا حوصلہ رکھتے تھے، وہ بھی تھے جنہوں نے آپ علیہ السلام پر پتھر پھینکے تھے آپ علیہ السلام کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے، آپ علیہ السلام پر تلواریں چلائی تھیں وہ بھی تھے جنہوں نے آپ علیہ السلام کے عزیزوں کا خون ناحق کیا تھا، ان کے سینے چاک کئے تھے اور ان کے دل وجگر کے ٹکڑے کئے تھے، وہ بھی تھے جو غریب اور بیکس مسلمانوں کو ستاتے تھے، ان کے سینوں پر اپنی جفا کاری کی آتشی مہریں لگاتے تھے، ان کو جلتی ریتوں پر لٹاتے تھے، دہکتے کوئلوں سے ان کے جسم کو داغتے تھے، نیزوں کی انی سے ان کے بدنوں کو چھیدتے تھے، آج یہ سب مجرم سرنگوں سامنے تھے۔ پیچھے دس ہزار خون آشام تلواریں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارہ کی منتظر تھیں، دفعتہً زبان مبارک کھلتی ہے سوال ہوتا ہے "قریش! بتاؤ میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟" جواب ملتا ہے "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تو ہمارا شریف بھائی اور شریف بھتیجا ہے" ارشاد ہوتا ہے آج میں وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے ظالم بھائیوں سے کہا تھا کہ:

"لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ"

آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں

اِذْهَبُوا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

جاؤ تم سب آزاد ہو (خطبات مدراس)

عکرمہؓ "اسلام" مسلمانوں اور خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن یعنی ابوجہل کے بیٹے تھے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچائیں، وہ خود بھی اسلام کے خلاف لڑائیاں لڑ چکے تھے، مگر جب مکہ فتح ہوا تو انکو اپنے اور اپنے خاندان کے تمام جرم یاد تھے، وہ بھاگ کر یمن چلے گئے۔ ان کی بیوی مسلمان ہو چکی تھیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان چکی تھیں، وہ خود یمن گئیں، عکرمہؓ کو تسکین دی اور ان کو لے کر مدینہ آئیں۔ حضور علیہ السلام کو ان کی آمد کی خبر ہوتی ہے تو ان کے خیر مقدم کے لئے اس تیزی سے اٹھتے ہیں کہ جسم مبارک پر چادر تک نہیں رہتی پھر جوش مسرت میں فرماتے ہیں:

"اے مہاجر سوار تمہارا آنا مبارک"

غور کریں یہ مبارکباد کس کو دی جا رہی ہے، یہ خوشی کس کے آنے پر ہے، یہ معافی نامہ کس کو عطا ہو رہا ہے؟ اس کو جس کے باپ نے آپ علیہ السلام کو مکہ میں سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچائیں، جس نے آپ علیہ السلام کے جسم مبارک پر نجاست ڈالی، جس نے بحالت نماز آپ علیہ السلام پر حملہ کرنا چاہا، جس نے آپ علیہ السلام کے گلے میں چادر ڈال کر آپ علیہ السلام کو پھانسی دینی چاہی، جس نے دارالندوہ میں آپ علیہ السلام کے قتل کا مشورہ دیا، جس نے بدر کا معرکہ برپا کیا اور ہر قسم کی صلح کی تدبیر کو برہم کیا، آج اس کی جسمانی یادگار کی آمد پر یہ مسرت اور شادمانی ہے۔

(خطبات)

عفو و درگزر کا اسقدر روشن باب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے سوا کہیں اور نہیں ملتا۔

جو شخص اسلام کے مزاج اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی سادگی سے کامل طور پر واقف نہ ہو وہ حیران رہ جاتا ہے کہ اتنے عظیم الشان انقلاب اور بے نظیر فتح پر نہ خون بہا، نہ انتقام لیا گیا نہ تاجپوشی کی رسم ادا کی گئی نہ شادیانے بجے نہ جام نہ صراحی نہ شاہد نہ شراب بلکہ ہر مسلمان کی زبان حاکم اعلیٰ کی حمد وثنا سے تر اور جبین تشکر اس کی چوکھٹ پر جھکی ہوئی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سرزمین عرب میں جو عظیم الشان انقلاب بپا ہوا اس کی وسعت بھی دیکھ لیجئے کہ زندگی کے کسی ایک ہی شعبہ میں تبدیلی نہیں آئی بلکہ زندگی کا ہر گوشہ اس انقلاب سے متاثر ہوا۔ علوم وفنون، عقائد واعمال، ثقافت وتمدن، حکومت وسیاست غرضیکہ تعمیر کہن کی ایک ایک اینٹ آپ علیہ السلام نے اکھیڑ کر رکھ دی اور از سر نو نئی بنیادوں پر نئی اینٹوں اور نئے سانچے کے ساتھ زندگی کی نئی عمارت کھڑی کر دی۔ ایک اور اعتبار سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت دیکھئے۔ آپ نے اکثر رہنماؤں کے قول وعمل میں تضاد دیکھا ہوگا۔ وہ لوگوں کو کچھ کہتے اور خود کچھ اور کرتے ہیں، لیکن آپ علیہ السلام کی زندگی کا یہ پہلو بڑا روشن ہے کہ آپ علیہ السلام نے جو کچھ لوگوں کو کہا وہ پہلے خود کر کے دکھایا اور اس سے زیادہ کیا جتنا دوسروں کو بتایا۔ لوگوں کو صرف رمضان کے روزوں کی تلقین کی مگر خود مسلسل نفلی روزے رکھے۔ لوگوں کو صرف آخر شب اٹھنے کو کہا اور اپنی راتیں ہی مصلے پر گزرتی رہیں۔ لوگوں کو زہد وقناعت کی تلقین کی تو اپنی حالت یہ تھی کہ کئی کئی دن چولھے میں آگ نہ جلتی۔

آپ علیہ السلام کی تربیت اور ذہن سازی کا کام بھی ملاحظہ فرمائیے۔ وہی لوگ جو

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حافظ الحدیث سیدنا حضرت ابوہریرہ رض جو حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بڑے عاشقِ صادق تھے۔ ہر صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ نامی و اسمِ گرامی کے ساتھ ساتھ مختلف تصورات معاً ذہن میں خود بخود منتقل ہو جاتے ہیں۔ کسی صحابی رض کا اسمِ گرامی سُن کر قرآن کریم کی تفسیر ذہن میں آجاتی ہے کسی کے اسمِ گرامی کے ساتھ غزوات اور جہاد کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ کسی کا نام سنتے ہی فقہی مسائل کا طویل باب نظر نواز ہو جاتا ہے۔ کسی کا مبارک نام آتے ہی خلفاء راشدین رض کے عظیم الشان کارناموں کا تعارف ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ ہر صحابی رض رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک انجمن معلوم ہوتا ہے؛ اور ہر ایک کے اسمِ گرامی سے دینِ اسلام کی کوئی نہ کوئی یاد وابستہ ہے۔ اسی طرح حضرت ابا ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی سنتے ہی حدیثِ رسول ؐ کا ذکرِ مبارک خود بخود ذہن میں آجاتا ہے۔ یوں سمجھیے کہ حضرت ابی ہریرہ رض اور حدیثِ رسول (علیہ السلام) میں گل و بلبل کا سا رشتہ ہے۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ احادیثِ مقدسہ کے اس عظیم الشان گلستان میں حضرت ابی ہریرہ رض بلبل کی طرح ریاضِ رسول میں چہک رہا ہے۔ آپ رض کے دورِ جہالت یا دورِ اسلام کے نام و نسب میں بہت اختلاف ہے؛ لیکن بہت زیادہ مشہور یوں ہے کہ ایامِ جاہلیت میں آپ رض کا اسمِ گرامی عبد شمس یا عبد عمرو تھا، مگر قبولِ اسلام کے بعد عبداللہ یا عبدالرحمٰن آپ رض کا نام تجویز ہوا۔ ان میں عبدالرحمٰن زیادہ مستند ہے مگر کنیت ابوہریرہ رض اسقدر مشہور ہو گئی کہ صحیح نام کا نام و نشان ہی مٹ گیا۔ عربی زبان میں ہریرہ بلی کو کہتے ہیں؛ چونکہ آپ رض بھی بلی کا ایک بچہ اکثر اپنے ساتھ رکھتے تھے اس لئے ابوہریرہ رض مشہور ہو گئے۔ خود فرماتے ہیں کہ؛

میں اپنے خاندان کی بکریاں چراتا تھا، اور میری ایک چھوٹی بلی تھی۔ رات کے وقت میں اسے درخت پر بٹھلا دیتا تھا۔ پھر جب دن ہوتا تو میں اس کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا اور اس کے ساتھ کھیلتا رہتا، اسی وجہ سے میری کنیت ابوہریرہ رکھ دی گئی۔"

(ترمذی شریف)

حضرت ابوہریرہ رض اصحابِ صُفّہ میں سے تھے۔ یہ اصحابِ صفہ دارالعلوم نبویہ کے طالبِ علم تھے جو اکثر فاقے برداشت کرتے بھوک سے نڈھال رہتے؛ مگر تعلیم اسلام بڑے انہماک سے حاصل کرتے۔ انکی خوراک کا کوئی معقول انتظام نہیں تھا؛ اس لئے جب ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں کوئی کھانے پینے کی چیز حاضر ہوتی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان مقدس طالبعلموں کے حوالے فرماتے رہتے۔ حضرت ابوہریرہ رض کا انہی ایام کا ایک واقعہ بہت زیادہ مشہور ہے۔ یہ واقعہ آپ رض نے خود ہی ایک مرتبہ ایک قسم کے کتان کے کپڑے سے ناک صاف کرتے ہوئے بیان فرمایا تھا کہ آج تو میں اس عمدہ کپڑے سے ناک صاف کر رہا ہوں؛ حالانکہ مجھے وہ زمانہ بھی یاد ہے کہ جب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حجرہ کے درمیان بے ہوا تھا اور لوگ مجھے مجنون سمجھ کر پاؤں سے گردن دباتے تھے حالانکہ مجھے جنون ہرگز نہیں تھا بھوک کی شدت تھی۔ پاؤں سے گردن اس لئے دباتے تھے کہ اس زمانہ میں جنون کا علاج یہی تھا۔ (واللہ اعلم) مگر دن ایک سے نہیں رہتے

تلک الایام نداولھا بین الناس

فرمانِ خداوندی ہے؛ مگر آپ تونگری میں بھی مسکین الطبع واقع ہوئے تھے۔ ایک بڑی سی تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں بھری رہتی تھیں۔ وہ ہر وقت ان گٹھلیوں پر تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ جب وہ خالی ہو جاتی تو باندی پھر بھر دیتی تھی۔ آپ رض نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ آپ رض، آپ رض کی بیوی رض اور خادم رض تینوں حضرات رات کے تینوں حصوں میں باری باری عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ (سبحان اللہ) ایک مرتبہ آپ رض نے فرمایا کہ تم لوگ اس وقت ہماری اچھی حالت کو ملاحظہ کرتے ہو؛ مگر اسوقت ہماری حالتیں دیکھتے جب کئی کئی دنوں تک اتنا کھانا بھی ہمیں نہیں ملتا تھا جس سے کم از کم کمر ہی تو سیدھی ہو سکے۔ فرمایا بھوک کی وجہ سے میں اپنی کمر کو پتھر باندھ کے چپٹا دیتا تھا اور کا و بھوک کے باعث پیٹ کے بل

پڑا رہتا تھا ۔ کبھی شکم پر پتھر باندھ لیتا تھا ۔ ایک دن شدت کی بھوک تھی ۔ میں خود ایک تجویز سوچ کر راستے میں بیٹھ گیا ۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ گزرے ۔ میں نے عمداً آپ سے گفتگو شروع کردی ۔ خیال تھا کہ گفتگو کرتے ہوئے آپؓ کے گھر تک پہنچ جاؤں گا اور آپؓ مجھے اپنے گھر ساتھ لے جا کر کھانا کھلا دیں گے جو عرب کا دستور تھا ، مگر آپؓ نے ایسا نہ کیا شاید گھر کا حال معلوم ہوگا (واللہ اعلم) اس کے بعد حضرت عمر فاروق اعظمؓ تشریف لائے ۔ اُن رضؓ کے ساتھ مجھے یہی واقعہ پیش آیا ۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور مجھے دیکھتے ہی مسکرائے ۔ آپ علیہ السلام میری حالت کو دیکھ کر میری غرض و غایت کو بخوبی سمجھ گئے ۔ ارشاد ہوا ابی ہریرہؓ میرے ساتھ چلو ۔ میں خوشی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہولیا ۔ آپ علیہ السلام گھر تشریف لے گئے ۔ میں بھی اجازت لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خانۂ نبوت میں ساتھ ہی چلا گیا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ گھر میں کچھ ہے ؟ جواب ملا " ایک دودھ کا پیالہ ہے جو کہیں سے ہدیۃً آیا ہوا ہے " ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہؓ اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے انتظام فرما دیا ہے بس جاؤ اور اصحابؓ صُفّہ کو بلا لاؤ ۔ اگرچہ اصحابؓ صُفّہ کی تعداد کم و بیش رہا کرتی تھی ، مگر اسوقت ستّر افرادؓ کی تعداد تھی ۔ صدقہ تو آپ علیہ السلام ہمیشہ انہی طالب علموں کے پاس ارسال فرما دیا کرتے تھے ، مگر جب ہدیہ آتا تو آپ علیہ السلام بھی شرکت فرمالیا کرتے تھے ۔ جب آنحضرت علیہ السلام نے اصحابؓ صُفّہ کو بلانے کا حکم فرمایا تو ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بھوک کے باعث گراں تو ہوا کہ دودھ کی یہ مقدار ہی کیا ہے جس کے لئے سب حضرات کو بُلا کر لاؤں ، جب تو بھوکے ہی رہیں گے ، ایک آدمی کے لئے بھی بمشکل یہ دودھ کا پیالہ کافی ہو سکتا ہے پھر دستور کے موافق بلا نے کے بعد پلانے کا بھی مجھے ہی حکم ہوگا ، اس لئے میرا نمبر تو آخر میں آسکتا ہے جبکہ بچنے کا کوئی امکان نہیں ، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا (یہ ہمارا دور تو نہ تھا کہ منطقی بحث جاری کر دیتے) فرماتے ہیں کہ میں فوراً گیا اور سبکو بلا لایا ۔ حضور پاک علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ابوہریرہؓ ان سب کو پلاؤ ۔ حضرت ابوہریرہؓ جب بھی کسی طالبعلم کے سامنے پیالہ پیش فرماتے تو وہ خوب سیر ہو کر پیتا اور پیالہ واپس کر دیتا ۔ اسی طرح سب طالب علموں نے خوب سیر ہو کر آج دودھ پیا ۔ جب سب سیر ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے پیالہ اپنے دستِ مبارک میں لے کر تبسم فرمایا اور پھر فرمایا ۔ اب تو تُو اور میں ہی رہ گئے ہیں ۔ میں نے عرض کیا بے شک ۔ فرمایا تو تم بھی خوب سیر ہو کر پیئو ۔ میں نے پیا ۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اور پیئو میں نے اور پیا ۔ پھر میں نے عرض کیا یارسول اللہ علیہ السلام اب میں بالکل سیر ہو گیا ہوں مزید گنجائش بالکل نہیں ہے ۔ اس کے بعد سب کا یہ جھوٹا دودھ آپ علیہ السلام نے نوش فرمایا ۔ ایک فرمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ہے کہ :

سورُ المؤمنین شفاءٌ

مؤمن کا جھوٹا شفا ہے ۔

مگر آج کے سائنسی دور میں جھوٹی اشیاء کو جراثیم زدہ کہہ کر اس سے نفرت کی جاتی ہے ، حتیٰ کہ اس برتن کو بھی صاف کر کے پھر قابلِ استعمال کیا جاتا ہے ۔ ایسے وہمی حضرات کے لئے بھی یہ واقعہ درسِ عبرت ہے ۔ جیسا کہ احقر راقم عفا اللہ عنہ نے ابتدا میں عرض کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی یاد سے احادیث مقدسہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے ۔ اب اسی سے متعلق چند معروضات حاضرِ خدمت ہیں ۔ قارئین محترم ! منکرینِ حدیث کا سب سے سہل موضوع حضرت ابوہریرہؓ ہیں جنکی کثرتِ روایات کو اکثر نشانۂ تنقید بنایا جاتا ہے ۔

منکرینِ حدیث کتاب اللہ کی انکاری کی جرأت تو نہ کر سکے مگر حامل کتاب اللہ کی سنت سے انکار کر کے کتاب اللہ کی صحیح تشریح و تفسیر سے امت کو محروم کرنے کے لئے آئیں بائیں شائیں کر کے حدیث مبارکہ کا اثر معدوم کرنے کی سعی لاحاصل میں معروف ہیں ۔ حضرت ابوہریرہؓ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تو اس طائفہ کی نظروں میں العیاذ باللہ کسی اہمیت کے مالک نہیں ۔

ان کے قول کے مطابق (نقل کفر ، کفر نہ باشد)

" اطاعت صرف خدا کی ہو سکتی ہے کسی انسان کی نہیں ہو سکتی ، حتیٰ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی اطاعت کسی سے نہیں کرا سکتے ۔ قرآن رسول کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ کسی شے کو حرام قرار دیدے " ۔

" بجا ہے " کہ واقعی اللہ کا رسول علیہ السلام اپنے حکم سے کسی حلال کو حرام قرار نہیں دے سکتا ، مگر کیا قرآن کریم میں اطیعوا اللہ کے ساتھ واطیعوا الرسول یا من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ موجود نہیں ہے ؛ منکرینِ حدیث کا یہ مغالطہ ان کے سب مغالطوں سے زیادہ شدید ہے جنکی واضح تردید حضرت علامہ محمد اقبال مرحوم نے بایں الفاظ فرمائی ہے ؎

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

ضرورت ہے کہ اس کی صحیح حقیقت بحال سے اہل علم اور عامۃ المسلمین کو بخوبی آگاہ کیا جائے ۔

جی ہاں ہمیں اعتراف ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ ایک ایسے جلیل القدر اور مشہور صحابئ رسولؐ ہیں جس نے کثرت سے احادیث روایت کی ہیں بلکہ انفرادی حیثیت سے جتنی احادیث آپ رضؓ سے مروی ہیں اتنی مقدار میں کبھی دوسرے

صحابیؓ سے مروی نہیں ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ خیبر والی جنگ کے موقع پر ہی مسلمان ہوئے تھے اور یہ غزوہ خیبر محرم الحرام ۷ھ میں واقع ہوا تھا، اسی لحاظ سے حضرت ابو ہریرہؓ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا موقع صرف چار برس اور دو ماہ کے قریب ملا ہے۔ اس لئے کہ ۱۱ھ کے تیسرے ماہ کی بارہ تاریخ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ اتنی قلیل مدت میں آپؓ کو اتنی زیادہ احادیث جن کی تعداد ۵۳۷۴ ہے کیسے یاد ہو گئیں؟ جواباً گذارش ہے کہ اس سوال کا واضح اور شافی جواب خود حضرت ابو ہریرہؓ نے دیا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں کہ:

"لوگ کہتے ہیں ابو ہریرہؓ بہت زیادہ روائتیں نقل کرتا ہے۔ میرے مہاجر بھائی صحابہ کرامؓ تجارت پیشہ تھے۔ ان کو ہر وقت کاروبار کی مصروفیت بھی زیادہ تھی اور میرے انصاری بھائی صحابہ کرامؓ کھیتی باڑی کے کام میں زیادہ مصروف رہتے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو اصحابؓ صفہ کے مساکین میں سے تھا جو آنحضرت علیہ السلام سے جو کچھ کھانے کو مل جاتا اسی پر اکتفا کر کے پڑا رہتا تھا یعنی ہر وقت موجود رہتا تھا اور دوسرے اصحاب ہر وقت موجود نہیں رہتے تھے۔ ایک بار حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں اپنے حافظہ کی شکایت کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ علیہ السلام سے بہت سی احادیث سنتا رہتا ہوں، مگر میں انہیں یاد اور محفوظ نہیں کر سکتا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی چادر کو پھیلاؤ میں میں نے فوراً اپنی چادر پھیلا دی۔ اسوقت آپ علیہ السلام نے بہت سی احادیث بیان فرمائیں اور اس کے بعد میری چادر کو پکڑ کر میرے قلب پر لگایا فما نسیت بعدہ یعنی اس کے بعد میں نے آپ علیہ السلام کی کسی حدیث کو نہیں بھلایا۔" (ترمذی)

مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ ارشاد فرماتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ کو وہ سب کچھ یاد بھی ہو جاتا تھا اور پھر بھولتا بھی نہیں تھا۔ نیز خود ہی فرماتے ہیں کہ جمیع صحابہ کرامؓ میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مجھ سے زیادہ بیان کرنے والا اور کوئی نہیں تھا، ہاں عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ مجھ سے زیادہ روایت کرنے والے تھے وہ اس لئے کہ فانہ کان یکتب وکنتُ لا اکتبُ۔ وہ احادیث لکھ لیتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ اس کی گواہی بہت باعظمت صحابی خلیفۃ المسلمین کے صاحبزادے حضرت ابن عمرؓ نے بھی دی ہے اور خود حضرت ابو ہریرہؓ کو فرمایا تھا کہ تو ہم سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بیٹھنے والا تھا اور ہم سب سے زیادہ احادیث بیان کرنے والا ہے الفاظ مبارک ہیں:

یا ابی ہریرۃؓ انت کنت الزمنا لرسول اللہ ﷺ واحفظنا لحدیثہ

(ترمذی شریف)

نیز جب ایک معاصر نے حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بطور الزام عرض کیا کہ یا ابا محمدؓ اس یمنی (یعنی ابو ہریرہؓ) کے متعلق بتاؤ کہ کیا وہ تم سب سے زیادہ احادیث رسول علیہ السلام کا عالم ہے، اس لئے کہ ہم اس سے ایسی روایات حدیث سنتے ہیں جو ہم نے اوروں سے نہیں سنیں یا وہ نعوذ باللہ نبی کریم علیہ السلام کی طرف سے ایسے ہی نسبت کر دیتا ہے جو آپ علیہ السلام نے بیان نہیں فرمائیں تو حضرت طلحہؓ نے جو جواب عنایت فرمایا وہ بھی سن لیجئے۔ فرمایا:

وذالک انہ کان مسکیناً لا شئ لہ ضیفاً لرسول اللہ یدہ مع ید رسول اللہ ﷺ۔ وہ مسکین تھا جن کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ وہ حضرت نبی کریم علیہ السلام کا مہمان تھا۔ ان کا ہاتھ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور ہم گھروں والے اور مال و دولت والے تھے۔ ہم اکثر آپ علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں بھی نوبتاً نمازوں کے اوقات میں حاضر ہوتے تھے۔ اس لئے اس بارے میں ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ انہوں نے (ابا ہریرہؓ نے) ہم سب سے زیادہ احادیث سنی ہیں اور حفظ کی ہیں، اور جس شخص میں ذرہ بھر بھی خیر ہے وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان تراشی ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا۔"

(ترمذی)

یہ عظیم الشان جوابات بھی اگر کسی کے ذہن کو صاف نہیں کر سکتے تو اس کو اپنی قسمت اور اپنے مقدر پر خون کے آنسو بہانے چاہئیں۔ دراصل یہ گروہ ہر چیز کو اپنے مخصوص عقل کی مخصوص کسوٹی سے آزمانا چاہتا ہے، جو چیز بھی ان کے مزاج کے خلاف ہو خواہ وہ قرآن و حدیث میں بھی کیوں نہ موجود ہو وہ غلط ہے۔ افسوس کہ آج کے اس نام نہاد ترقی کے دَور میں ہر چیز ترقی یافتہ ہے، مگر اسلام اور تاریخ اسلام سے اتنا بُعد اور دوری ہوتی جا رہی ہے کہ شاعروں وغیرہ کی سوانح تو ازبر ہیں مگر مشاہیر صحابہ کرامؓ اور محدثین کی خدماتِ جلیلہ سے ایک تو واقفیت نہیں اور اگر ان کے تذکرہ میں ان کے ذوق احادیث کا ذکر کیا جائے تو وہ اس کو افسانہ قرار دیتے ہیں۔ یعنی اسلام سے اتنا دُور فاصلہ ہو چکا ہے کہ حقائق کو تسلیم کرنے کے لئے بھی دورِ جدید کا بشر تیار نہیں ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کا ایک وہ دَور بھی تھا کہ حضرت حکیم الامت ابو درداءؓ جو کہ بہت مشہور صحابیؓ ہیں کے پاس دمشق میں ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث شریف معلوم کرنے کی وجہ سے آیا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؓ کے پاس آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جو آپؓ نے خود ہی آنحضور علیہ السلام سے سنی ہے؟ حضرت ابو درداءؓ نے پوچھا کہ کوئی اور تجارتی کام تو نہیں تھا؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ کوئی دوسری غرض تو نہیں تھی؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں، صرف حدیث ہی معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ پھر حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ:

"میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے چلتا ہے حق تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ بھی آسان فرما دیتا ہے اور ملائکہ ایسے طالب علم کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور ایسے طالب العلم کے لئے زمین و آسمان کے رہنے والے استغفار کرتے ہیں، حتیٰ کہ مچھلیاں جو پانی میں رہتی ہیں وہ بھی استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسا کہ چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔

اسی طرح ایک ایک حدیث کو حاصل کرنے کے لئے بڑے بڑے طویل سفر محدثینؒ نے کئے ہیں۔ ہم نے ان کی صرف ایک مثال درج کی ہے۔ نیز منقول ہے کہ امام اعظمؒ اور امام مالکؒ نے مسجد نبوی میں عشاء کی نماز کے بعد ایک مسئلہ کی بحث شروع کی تو صبح ہو گئی اور ایسے متعدد بار ہوا۔ ابن فراتؒ ایک مشہور محدث گزرے ہیں جب انکا انتقال ہوا تو اٹھارہ صندوق کتابوں کے چھوڑے جن میں اکثر ان کی اپنی تصانیف تھیں۔ ابن جوزیؒ مشہور محدث ہیں۔ آپ کی محنت کے محیر العقول کارنامے اور واقعات اس قدر کثرت سے منقول ہیں کہ پڑھنے اور سننے والا یہ واقعات معلوم کر کے حیران رہ جاتا ہے۔ آپؒ کی محنت کی یہ حالت تھی کہ جمعہ کی نماز کے علاوہ گھر سے دور ہرگز نہیں جاتے تھے۔ ایک بار دوران تقریر فرمایا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ اڑھائی سو سے زیادہ آپؒ کی اپنی تصانیف ہیں۔ چار جزو روزانہ لکھنے کا معمول تھا اور درس کا یہ عالم تھا کہ مجالس میں بعض اوقات ایک لاکھ سے بھی زیادہ شاگرد حلقہ باندھ کر رہا کرتے تھے۔ ایک لاکھ آدمیوں نے آپؒ کی بیعت فرمائی تھی۔ بیس ہزار آپؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے اور احادیث لکھنے کے وقت قلموں کے تراشے جمع کرتے رہتے تھے (جو قلمیں ٹوٹ جاتی تھیں) بوقت وفات وصیت فرمائی تھی کہ میرے نہانے کا پانی انہی قلموں کے تراشوں کو جلا کر گرم کیا جائے۔ غرضیکہ ایک ایک محدث کے اوصاف عجیب و غریب تھے۔ دس لاکھ احادیث تک ایک ہی محدث نے اپنے قلم سے لکھی ہیں اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چار ہزار استادوں سے علم حدیث پڑھا ہے۔ حضرت علی ابن الحسنؒ فرماتے ہیں کہ ایک سرد رات کو جبکہ سخت سردی پڑ رہی تھی میں اور ابن مبارکؒ مسجد سے عشاء کی نماز کے بعد نکلے۔ مسجد کے دروازہ پر ایک حدیث کے بارے میں گفتگو شروع ہو گئی۔ میں کچھ کہتا اور وہ بھی فرماتے رہے۔ وہیں کھڑے کھڑے صبح ہو گئی۔ الغرض محدثین کرامؒ نے علم حدیث کے حصول کے لئے ایسے عظیم الشان اور واجب التقلید کارنامے انجام دیے ہیں کہ جنہیں ملاحظہ کر کے ان قدسیہ نفوس حضراتؒ کے لئے دل سے بے ساختہ دعائیں نکلتی ہیں۔ مسلمانوں کو ان حضرات کا مشکور ہونا چاہیئے کہ کھجوروں پر گذارہ کر کے بلکہ گھاس کے پتے چبا کر احادیث کے اس عظیم الشان ذخیرہ کو ہم تک پہنچا دیا ہے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اس دور میں اکثر اوقات کھجوروں پر گذارا کیا جاتا تھا، اس لئے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی کچھ کھجوریں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہؐ ادع اللہ فیہن بالبرکۃ۔ اللہ تعالیٰ ان کھجوروں کے متعلق برکت کی دعا فرما دیں۔ پس آپ علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کھجوروں کو جمع فرمایا پھر میرے لئے ان کھجوروں کے بارے میں برکت کی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا کہ ان کو لے کر اپنے توشہ دان میں ڈال دے۔ پھر فرمایا کہ جب تو کھجوریں نکالنے کا ارادہ کرے تو اس توشہ دان میں ہاتھ ڈال کر کھجوریں حسب ضرورت لے لیا کر، ہاں ان کھجوروں کو توشہ دان سے باہر نہ پھیلا دینا۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس توشہ دان سے بہت سے وسق (ایک اونٹ کا بوجھ) (ایک وسق ساٹھ صاع یا چھ من کا تقریباً ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کئے اور ہم خود بھی وہ کھجوریں کھاتے رہتے تھے اور احباب کو بھی کھلاتے تھے۔ وکان لا یفارق حقوی حتی کان یوم قتل عثمانؓ فانہ انقطع۔ وہ توشہ دان میری تہی گاہ سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے یوم وہ کٹ گیا۔ (ترمذی شریف)

بخاری شریف میں آپ کا ایک عجیب واقعہ یوں ملتا ہے۔ حضرتؓ خود ایک طویل قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں رات کے وقت کھجوروں کی نگہداشت پر مقرر تھا کہ راستے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے کھجوریں اٹھا کر لے جانا چاہتا ہے۔ میں نے اسے گرفتار کر لیا۔ پھر اس نے بہت منت کی اور اپنی بڑی محتاجی کا ذکر کیا تو میں نے اسے رہا کر دیا۔ پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام کو بذریعہ وحی اطلاع ہو چکی تھی فرمایا

یا ابا ھریرہ ما فعل اسیرک؟

تو ابو ہریرہؓ نے پورا واقعہ سنایا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ سارے واقعہ کا وحی کے ذریعے پہلے علم ہو گیا تھا (باقی ص ۲۱ پر)

ممتاز احمد کشمیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصلاح معاشرہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب اور ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ جب ہم آپ علیہ السلام کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کئی میدانوں میں سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔ کبھی میدانِ جنگ میں کفار کو للکار رہے ہیں، کبھی میدانِ تجارت میں، کبھی مسجد کے کونے میں رو رو کر خدا تعالےٰ سے امت کی بخشش و مغفرت کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ کبھی وعظ و نصیحت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور کبھی کھلی کچہری میں فیصلے فرما رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس راہب کی سی نہ تھی جسے دنیا و مافیہا کی خبر تک نہ ہوتی ہو، جو گھریلو اور معاشرتی ذمہ داریوں سے بھاگ کر جنگل میں پناہ لیتا پھرے اور نہ ہی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ان عاشقانِ دنیا کی سی تھی جنہیں دنیا کی محبت خدا اور اس کے احکام قرآن اور اسکی ہولناکیوں سے غافل کردے؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے حقوق بھی ادا کرتے تھے اور انسانی معاشرتی ذمہ داریوں سے چشم پوشی نہیں کرتے تھے۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں رموزِ تصوف، تزکیہ نفس، صفائی قلب اور امر و نواہی کا ذکر ہوتا تھا تو وہاں حکومتی نظام کے چلانے، ملکی معاملات کے حل کرنے اور معاشرہ کی اصلاح کا بھی ذکر ہوتا تھا۔ اصلاح معاشرہ سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اس پہلو کو پیش کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح اور درستگی کے لئے کیا کچھ کیا۔ یقیناً یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک درخشاں پہلو ہے، جس کی اہمیت اور افادیت سے کسی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا، بلکہ ہر دور میں شدت کے ساتھ اس کی ضرورت محسوس کی جاتی رہی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے کی اصلاح کیسے دور اور کن حالات میں کی، تھوڑا سا ہمیں پیچھے جانا پڑے گا کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل دنیا کی مذہبی اور معاشرتی حالت کیا تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل دنیا کی حالت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل پوری دنیا کفر و جہالت اور معصیت کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی، خصوصاً سرزمین عرب کے باشندوں کا یہ حال تھا کہ انہیں بدکاری اور زناکاری میں تردد کے بجائے خوشی ہوتی۔ اُس دور میں ناچنے اور گانے کے لئے لونڈیاں پالی جاتیں، عصمتیں فروخت ہوتیں۔ جہالت کا یہ عالم تھا کہ کوئی عورت کسی جانور کا دودھ نہ دوہ سکتی تھی۔ مال وراثت کا حصہ صرف بالغ مرد پا سکتا تھا۔ عورت کو محروم کردیا جاتا۔ بیوہ عورت متوفی کے بھائی کی بیوی کہلاتی۔ سوتیلے بیٹے اپنی سوتیلی ماؤں کو خواہشات کا نشانہ بناتے۔ عورتیں اپنے جسم کا مخفی حصہ تک لوگوں کو دکھانے میں عار محسوس نہ کرتیں۔ جاہلیت عرب میں عورت کو حقیر ترین خیال کیا جاتا تھا۔ شریف خاندان اپنی لڑکیوں کو زندہ گہرے کنوؤں میں ڈال دیتے یا ایسی حالت میں زندہ درگور کر دیتے۔ ازدواج کے متعلق کوئی اخلاقی قاعدہ و قانون نہ تھا۔ ایک ایک آدمی چالیس چالیس اور سو سو بیویاں رکھتا تھا۔ اس طرح آتش پرستی، بت پرستی اور ستارہ پرستی انکی زندگی کا لازمی جزو بن چکا تھا۔ صرف عرب ہی میں نہیں بلکہ پورے عالم میں خالص خدا کا نام لینے والا باقی نہ رہ گیا تھا۔ الغرض زمین سے لے کر آسمان تک ہر شئے خدا تھی بقول ایک ہندو مورخ کے کہ؛

> خداؤں کی تعداد ہندوستان کی آبادی سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی اور ایک ایک آدمی پر کئی کئی خداؤں کا اوسط پڑتا تھا۔

ملک کے لئے کوئی اخلاقی قانون نہ تھا۔ ظلم و جور کی حکومت تھی۔ طاقتور کے مقابلے میں کمزور کی کوئی حقیقت نہ تھی اور ادنیٰ اعلیٰ کا غلام تھا۔ آئے دن کی شکست و ریخت نے ملکین کو امن و امان سے محروم کر

دیا تھا۔ الغرض دنیائے انسانیت سے تہذیب تمدن کی وہ روشنی گل ہو چکی تھی جس کا چراغ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات سے حاصل تھا۔

اچانک روشنی کی ایک کرن عرب کے ریگستانوں سے پھوٹتی ہے جو سارے جہاں کی توجہات کا مرکز بن جاتی ہے اور دنیا کے کونے کونے سے لوگ اس چراغ ہدایت کے گرد جمع ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے معاشرہ کی اصلاح کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت اور وقت کے خداؤں کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں۔ چونکہ وقت کے خداؤں کو مکمل طور پر ختم کرنے اور معاشرہ کو ہر قسم کی آلودگی سے پاک کرنے کے لئے رجال کار کی اشد ضرورت تھی، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ایک مقدس نفوس کی جماعت تشکیل دی جو رفتہ رفتہ ایک مضبوط اور فعال ارکان کی مقدس جماعت بن گئی۔ پھر جہاں خدائے واحد کی شاہی منوانے میں اور باطل خداؤں سے بغاوت کی پاداش میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حیرت انگیز مصائب اٹھائے، وہاں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رضاکاروں نے بھی اپنی جانوں پر کھیل کر اس کے لائحہ عمل کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا۔ بالآخر نوائب مصائب کا دور ختم ہوا تو مدنی زندگی کی صورت میں ایک خوشحال اور مثالی معاشرہ قائم کیا۔

مدنی زندگی میں داخل ہونے کے بعد اصلاح کی طرف خاص توجہ

اب مستقل حکومت وسلطنت قائم کرنے کے بعد اجتماعی طور پر معاشرہ کی تعمیر و ترقی اور اس کے ہر فرد کو خوشحال بنانے کے لئے شاہی فرمان جاری ہونے شروع ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ:

وہ شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا کہ جو رات کو پیٹ بھر کے سو جائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

مطلب یہ کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دولت دے رکھی ہو اس کے باوجود وہ اپنے غریب ہمسایہ پر خرچ نہیں کرتا تو وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں، اس لئے کہ اسلام معاشرہ کی خوشحالی اور ترقی چاہتا ہے اور یہ شخص اپنی مال و دولت کو غریبوں پر خرچ کرنے سے روک کر معاشرہ کے اندر فساد اور بدامنی پیدا کر رہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غریبوں کی فاقہ کشی دور کرنے اور افراد معاشرہ کو خوشحال بنانے کی غرض سے چندے کی تحریک فرمائی تو صدیق اکبرؓ گھر کا جملہ سامان لاکر پیش کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ آدھا مال لاکر خدمت میں حاضر کرتے ہیں اور حضرت عثمانؓ دس ہزار اشرفیاں لاکر حاضر خدمت کرتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ چار ہزار روپیہ پیش کرتے ہیں۔ اس طرح اور بہت سے صحابہؓ نے اس میں حصہ لیا یہاں تک کہ ایک صحابیؓ جن کے پاس کچھ نہ تھا تو رات بھر ایک کاشتکار کے کھیت کو پانی دے کر ڈیڑھ سیر کھجوریں لاکر پیش کیں۔ یہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کا اثر۔ جو کل راہ زن تھے آج اسلام کے بعد محنت مزدوری کرکے جو کچھ میسر ہوتا ہے لاکر اپنے غریب بھائیوں کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے

اگر بغور دیکھا جائے تو معاشرہ میں بدامنی اور فساد زیادہ تر زبان اور ہاتھ کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پابند رکھنے کا حکم دے کر پورے انسانی معاشرہ کو ایذا اور تکلیف سے محفوظ کر دیا۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:

لایدخل الجنۃ من لا یامن
یامن جارہ بوائقہ

وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کا پڑوسی اس کی تکلیف سے محفوظ نہ ہو۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اخوت پیدا کرنے اور ناراضگی کو دور کرنے کی غرض سے فرمایا:

لایحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلث فمن ھجر فوق ثلث فمات دخل النار

کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ ناراض رہے، پس جو شخص اس سے زیادہ ناراض رہا اور اس حالت میں مر گیا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ عرب میں اگر ایک شخص کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تو قاتل اور مقتول میں پشتہا پشت تک انتقام کا سلسلہ جاری ہو جاتا تھا اور ایک ایک قتل کے بدلے میں سینکڑوں خون کی ندیاں بہتی رہتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنے خاندان ربیعہ ابن حارث کے بیٹے کا خون باطل کرکے ہمیشہ کے لئے انسانوں کے خون کو محفوظ کر دیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث اس پر شاہد ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ایک ایسا مثالی معاشرہ قائم کیا جس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی اور جو اپنے اندر جملہ خوبیاں لئے ہوئے تھا۔ مثلاً ایثار، اخلاص، ہمدردی اور سخاوت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر خصلت اور عادت

مثلاً زنا، چوری، ڈاکہ زنی، قتل و غارت جیسی قبیح بیماریوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بذریعہ قانون ختم کیا اور ہر انسان کو بذریعہ قانون اس کی جان اور اس کے مال کا تحفظ دیا جو صرف اور صرف آپ ہی کا حصہ تھا۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کالے اور گورے سیاہ اور سفید کے جملہ امتیازات کو مٹا کر سب کو ایک دین اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاشرہ میں جو حقوق ابوبکرؓ و عمرؓ کے تھے وہی حقوق بلال سہیلؓ کو حاصل تھے! اور پھر حقوق کے سلسلے میں اتنی آزادی تھی کہ اگر کسی کو یہ شبہ ہو جائے کہ مجھے پورا حق نہیں ملا اور فلاں کو مجھ سے زیادہ ملا ہے تو بر سر اجتماع پوچھ لیتے۔ مثلاً حضرت عمرؓ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت سلمان فارسی فوراً دریافت کرتے ہیں کہ:

اے امیر المومنین! ہم اسوقت تک نہ آپ کی بات سنیں گے اور نہ ہی اطاعت کریں گے جب تک کہ آپ یہ نہ بتائیں کہ یہ کرتا آپؓ نے کیسے بنا لیا جبکہ ہم نہیں بنا سکتے؟

تو آپؓ نے سوال سننے کے بعد پولیس کو نہیں طلب کیا بلکہ فرمایا کہ سوال آپ کا ٹھیک ہے مگر اس کا جواب میرا بیٹا دے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کھڑے ہو کر اس سوال کا جواب دے رہے ہیں فرمایا کہ:

"بھائی! اصل بات یہ ہے کہ مجھے جو مال غنیمت میں سے کپڑا ملا تھا اس سے میرا کرتا نہیں بن سکتا تھا اور جو کپڑا ابا جانؓ کو ملا تھا اس سے کرتا بن سکتا تھا۔ لہذا میں نے اپنے کرتے کا کپڑا ابا جانؓ کو دے دیا اس طرح دونوں کو ملا کر کرتا تیار کیا۔"

یہ ہے آزادی رائے کہ بغیر کسی خوف و خطر کے پوچھ لیا۔ اس کے برعکس جمہوریت کے وہ ٹھیکیدار اور مساوات کے علمبردار ہیں، جو جمہوریت اور مساوات کے نام پر غریب ملکوں کا خون چوس رہے ہیں بلکہ غریب اور کمزور ملک ان کی غلامی کے بغیر جینے کے حق تک سے محروم ہیں۔

بہر حال اس دور میں ہمارے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اپنی عافیت اور اپنی سلامتی کے تحفظ کے لئے پھر اسی معاشرہ کی طرف پلٹ جائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بے انتہا محنت اور کوشش کے ذریعہ قائم کیا تھا اور جس معاشرہ کو اپنا کر صحابہ کرامؓ نے پوری دنیا میں راستی اور حق کا پھریرا لہرا دیا۔

بقیہ: اللہ والوں کی دنیا

اس لئے فرمایا،

اما انہ قد کذبک وسیعود

"اس نے جھوٹ بولا ہے وہ پھر بھی اسی طرح کرے گا۔"

چنانچہ رات کے وقت جبکہ ابا ہریرہؓ ڈیوٹی پر تھے اس نے پھر اسی طرح کھجوریں اٹھانی شروع کر دیں تو آپؓ نے مکرر اسے گرفتار کر لیا اس نے پھر بھی منت کی اور اپنی مجبوریوں کا اظہار کیا تو ابی ہریرہؓ نے فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے۔ اس نے پھر بھی حسب سابق وعدہ کیا کہ میں پھر نہیں آؤں گا۔ صبح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرر دریافت فرمایا کیا ہوا؟ عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کہتا ہے کہ مجھے ایسی باتیں سکھائیگا جن سے مجھے فائدہ ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یاد رکھو جو کچھ اس نے کہا وہ تو ٹھیک ہے مگر وہ جھوٹا ہے۔ اس نے حضرت ابوہریرہؓ کو کہا تھا کہ جہاں آیۃ الکرسی کی تلاوت کی جائے ہم وہاں نہیں جاتے۔ پھر فرمایا کہ ابا ہریرہؓ تمکو معلوم ہے کہ مسلسل تین راتوں سے تم کس کے ساتھ باتیں کر رہے ہو؟ جانتے ہو یہ کون ہے؟؟

عرض کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اس کو نہیں جانتا۔ فرمایا یہ مردود جس کو تم نے گرفتار کیا یعنے تمہارا قیدی ملعون و مردود شیطان ہے۔

شیطان کو گرفتار کر لینا یہ بھی حضرت ابوہریرہ کا ایک بڑا کام ہے۔ یہ لوگ یعنے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کے ارکان بہت بڑے صاحب فضیلت تھے۔ ان کے عظیم الشان کارناموں کا احاطہ تو ممکن نہیں ہم صرف چند کارنامے ان حضرات کے اس لئے آپ صاحبان کی خدمت اقدس میں پیش کر رہے ہیں تاکہ ہم قرون اولیٰ کی طرف پھر لوٹ سکیں۔ جس صاحب کا دل صحابہ کرامؓ کی عظمت اور محبت سے خالی ہے وہ کبھی فلاح اور کامیاب نہیں ہو سکتے اور صحابہ کرامؓ کا بغض ضلالت اور گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔ گمراہی کی پہلی منزل صحابہ کرامؓ سے بد اعتقادی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس روحانی مرض سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ حقیقتاً اگر دیکھا جائے تو ان مقدس حضرات کا دامن چھوٹ جانے سے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے بلکہ پورا دین اس کے سینے سے نکل جاتا ہے۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ من جمیع المسلمین

غم گیا دل گیا حیات گئی
دل گیا ساری کائنات گئی

بقیہ: اداریہ

کئے جانے والے فیصلوں اور قرار دادوں پر اس رخ سے غور کیا جائے کہ امن کس حد تک عملدرآمد کیا گیا ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر
کا حوالہ ضرور دیں۔

مسجد کے آداب

میاں ذوالفقار علی
لاہور

حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں مساجد کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مسجد کی فضیلت یہ ہے کہ وہ نماز کی جگہ ہے اور عابدوں کے اعتکاف کرنے کا گھر۔ خدا کی رحمت اس میں اترتی ہے اور اس کو کعبہ کے ساتھ مشابہت ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص اپنے گھر سے پاک ہو کر نماز فریضہ کے لئے نکلے تو اس کا اجر ایسا ہے جیسے حج کرنے والے جو حالتِ احرام میں ہوں اور فرمایا کہ جنت کے باغوں میں جب تمہارا گذر ہوا کرے تو اس میں چرا کرو۔ کسی نے عرض کیا جنت کے باغ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا مساجد۔

اپنے کاروبار اور اہل و عیال کو چھوڑ کر نماز کے اوقات میں مسجد میں جانا اپنے پروردگار سے اخلاص اور تابعداری کی دلیل ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

جب ایک شخص نے وضو کیا اور اچھے طور پر کیا اور پھر مسجد کی طرف چلا تو اس کا جو قدم پڑتا جاتا ہے اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند اور ایک گناہ کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ پھر جب اس نے نماز پڑھی تو جب تک وہ اپنی نماز میں رہتا ہے فرشتے برابر اس کے لئے دعا مانگتے رہتے ہیں کہ خدایا اس پر رحم کر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح اور رات کو مسجد میں جاتا ہے خدا تعالےٰ اس کے لئے جنت کی مہمانی تیار کرتا ہے اور جو شخص خدا تعالےٰ کے لئے مسجد بنائے گا خدا تعالےٰ جنت میں اس کے لئے ایک گھر بنائے گا۔ مسجد میں موجود فرشتے نمازی کے لئے جو مسجد میں نماز کے لئے آتا ہے دعا کرتے ہیں۔

مسجد میں بجز اللہ کو پکارنا اور اس سے امداد مانگنا اور عبادتِ الٰہی میں ایسی چیزیں جو شعار الٰہی میں شامل نہیں ہیں شامل کرنا منع فرمایا گیا ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت پاکی کا خیال رکھا جائے۔ مسجد میں تھوکنا منع ہے۔ مسجد کو پاک اور معطر رکھا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں ایسی بات کوئی نہ کی جائے جس سے عبادت کرنے والوں کا دل اچاٹ ہو جائے اور بلزار کا سا شور و غل نہ کیا جاوے۔ مسجد کے اندر گمشدہ چیز کے لئے آواز دینا اس واسطے منع کیا گیا ہے کہ وہ ایک قسم کا شور و غل پیدا کرتا ہے اور اس سے وہ لوگ جو اعتکاف کے اندر ہیں ان کا دل اچاٹ ہو جاتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں خرید و فروخت نہ کی جائے کہ اس کے شور و غل سے مسجد کی عظمت و عزت نمازیوں کے ذہنوں سے نہ نکل جائے۔ مساجد خدا کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مسجد کے اندر غیر اللہ کی عبادت شعر خوانی اور قصہ خوانی اور دیگر غیر شرعی حدود کے قائم کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اشعار کے پڑھنے سے شور و غل ہوتا ہے مگر ایسے اشعار پڑھنے کا ذکر جس میں ذکر الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کا ذکر کیا جائے مستثنیٰ ہیں۔ بدبودار چیز جیسے پیاز لہسن وغیرہ کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا گیا ہے اس سے مسجد میں موجود فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے، کیونکہ فرشتے پاکیزہ اخلاق اور پاکیزہ اور خوشبودار چیزوں کو پسند کرتے ہیں اور بدبودار چیزوں سے ان کو نفرت ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر پاک زمین مسجد ہے ماسوائے مقبرہ۔ حمام۔ راستہ۔ چوپاؤں کے باندھنے کی جگہ۔ ذبح خانہ۔ کوڑی کیونکہ چوپاؤں کے باندھنے کی جگہ، کوڑی حمام نجاست کی جگہ ہیں۔ مقبرہ کے اندر نماز سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ لوگ وہاں نماز پڑھتے پڑھتے اولیاء اللہ کی قبروں کو پوجنا شروع کر دیں اور شرک کی صورت پیدا ہو جائے۔

عبدالصمد صارم الازہری

پرانی یادیں

علامہ انور شاہ کاشمیری

اسے حسن اتفاق کہیے کہ جب میں نے میزان منشعب شروع کی تو شاہ صاحبؒ ہمارے وطن سیوہارہ ضلع بجنور تشریف لائے تھے۔ وہ ہمارے مکان پر بھی تشریف لائے تو میرے والد صاحب قاضی ظہور الحسن ناظم مرحوم نے عرض کی شاہ صاحب اس لڑکے کو عربی شروع کرا دیجیے۔ اس زمانے میں میری عمر بارہ سال کی تھی شاہ صاحبؒ نے دریافت فرمایا کیا پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی گلستاں بوستاں اور میزان منشعب۔ فرمایا میزان لے آؤ۔ میں کتاب اٹھالایا تو انہوں نے بسم اللہ الرحمان الرحیم اور بداں اسعدک اللہ تعالٰے فی والدارین پڑھایا اور پھر دعا فرمائی۔ سب لوگوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیے۔ شاہ صاحبؒ چارپائی پر بیٹھے تھے، پائینتی کی طرف میں بیٹھ گیا تھا۔

اس کے بعد میں نے شاہ صاحبؒ کو نہیں دیکھا۔ وہ دو پلی ٹوپی، کر ... ر کا کرتہ اور پاجامہ پہنے ہوئے تھے۔ ناک میں بولتے تھے اور شین کا تلفظ صحیح ادا نہیں کر سکتے تھے۔ سنا ہے قاری عبدالوحید صاحب صدر القراء دارالعلوم دیوبند نے فرمایا ان کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوتی۔ کسی نے شاہ صاحبؒ تک یہ بات پہنچا دی تو فرمایا ان سے کہنا کیا کتابیں لئے پھرتے ہو سب سلب کرلوں گا۔ قاری عبدالوحید نے تجوید پر کئی رسالے لکھے تھے۔ میں نے بھی ان سے قرأت سیکھی تھی۔ ہمارے دور میں سند لینے کے لئے یہ ضروری ہوگیا تھا کہ دارالعلوم کے کسی نہ کسی قاری سے چھ ماہ مشق کرنے کی تحریر حاصل کرے تب سند مل سکتی ہے۔ یہ شرط حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے دور میں لگی تھی، اور انہوں نے ہی لگوائی تھی؛ کیونکہ ان سے سلہٹ کے مریدوں نے یہ شکایت کی تھی کہ بعض فضلائے دیوبند امامت کرتے ہیں تو قرآن غلط پڑھتے ہیں۔ مولانا ہمیشہ رمضان شریف سلہٹ میں گزارا کرتے تھے، کیونکہ وہاں ان کے بہت سے مرید تھے۔ وہ بلایا کرتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں چار قاری تھے اور قاری عبدالوحید صاحب صدر القراء تھے۔ کوئی طالب علم ان کے پاس جانا گوارا نہ کرتا تھا کیونکہ یہ کسی کو سند دیتے ہی نہ تھے۔ قضارا میرا نام ان کے پاس چلا گیا، تو کوئی تین ماہ برابر انہوں نے مجھے اعوذ باللہ اور بسم اللہ ہی میں رکھا، تب میں کوشش کرکے قاری اصغر علی سہنسپوری مرحوم کے پاس چلا گیا۔ دارالعلوم میں یہ بات مشہور تھی خدا جانے صحیح یا غلط کہ قاری عبدالوحید صاحب نے کبھی کسی کو سند نہیں دی۔ صرف ایک پٹھان کو دی تھی۔ اس نے کوئی چار سال ان سے مشق کی۔ پھر سند چاہی تو نہ دی تو اس نے کہا کہ میں پیٹ پھاڑ دوں گا ورنہ سند دو۔

قاری اصغر علی مرحوم نے جتنی خدمت حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی کی شاید ہی کسی نے کی ہو۔ وہ مولاناؒ کے گھر پر ہی رہتے تھے اور ہر وقت حاضرِ خدمت رہتے تھے۔ مولانا مدنیؒ کو پھولوں اور گملوں سے بڑا شوق تھا تو صحن کا چمن قاری اصغر علیؒ ہی کے دم سے سرسبز تھا۔ وہ روزانہ گملوں کو پانی دیتے اور دیکھ بھال کرتے۔ سنا ہے پھر وہ عربی مدرس ہو گئے تھے۔ میں جس زمانے میں قاری اصغر علی مرحوم سے مشق کیا کرتا تھا تو میاں اسد چھوٹے سے تھے، یہ بھی مشق کیا کرتے تھے۔

ہم چند لڑکوں نے ایک مکان کرایے پر لے لیا تھا جو بیت الماجرہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے برابر دوسرے مکان میں قاری عبدالوحید صاحب رہتے تھے۔ ہم کئی سال اس مکان میں رہے مگر کبھی اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ برابر میں کوئی رہتا ہے۔ ایسا معلوم تھا جیسے دوسرا مکان کسی کا گھر نہیں بلکہ قبرستان ہے۔ قاری صاحب بڑے سخت مزاج اور زاہد خشک تھے مگر انہوں نے کبھی بیت الماجرہ کے کسی رہنے والے کو کچھ نہیں کہا نہ کبھی کوئی بزرگانہ نصیحت کی، حالانکہ بیت الماجرہ دیوبند میں شر پروں کا مرکز کہلاتا تھا۔ بس وہ گزرتے تو ہم لوگ سلام کرلیا کرتے۔ ان کی نگاہیں زمین سے لگی رہتی تھیں۔ لمبا سا کرتہ پہنا کرتے تھے اور سر پر چوگوشہ ٹوپی۔

ہاں، تو بیان میں انور شاہ کشمیریؒ کا کر رہا تھا درمیان میں دوسری باتیں آ گئیں۔ ہمارے دور میں انور شاہ ڈابھیل جاچکے تھے۔ کبھی کبھی تشریف لاتے تو اساتذہ و طلبہ کا ان کے مکان پر ہجوم رہتا اور لوگ ہر فن کے مشکل مسائل ان سے حل کرلیا کرتے تھے۔ میں ان کی کئی مجلسوں

میں شریک ہوا مگر کبھی بات کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ محلہ خانقاہ میں ان کا مکان تھا اور جمعہ کی نماز کے بعد شہر کی جامع مسجد میں ان کی تقریر ہوا کرتی تھی۔ ان کی تقریر کا موضوع ہمیشہ مرزا غلام احمد قادیانی ہوتا تھا، اور وہ ہمیشہ جب بھی کچھ فرماتے تو یہ ضرور کہتے اس نے یہ دعوی کیا، اسی نے یہ کہا، اس نے لکھا۔ شاہ صاحب کو خونی بواسیر تھی۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ تقریر کرتے جاتے ہیں اور بار بار مٹی کے لوٹے سے گھونٹ گھونٹ پانی پیتے جاتے ہیں۔ ضعف کی حالت میں بھی وہ مرزا کے خلاف لوگوں کو سمجھانے تشریف لائے تھے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے عربی میں ایک رسالہ صلاح النقاب عن جباسة الفنجاب لکھا تھا

محلہ خانقاہ جہاں شاہ صاحب کا گھر تھا آبادی سے ذرا ہٹ کر دارالعلوم سے دور تھا۔ شاہ صاحب جب کہیں تشریف لے جاتے تو سینکڑوں عالم پیچھے پیچھے ہوتا تھا۔ ایک دفعہ کچھ ہیجڑے اس محلے میں کہیں سے آگئے ادھر شاہ صاحب جاتے ہوتے اور علما پیچھے پیچھے اور ادھر سے ہیجڑے اور کچھ غنڈے پیچھے پیچھے آتے ہوتے، اکثر کراس ہو جاتا۔ شاہ صاحب سے نہ رہا گیا بولے یہاں سے چلے جاؤ ورنہ بد دعا کر دوں گا، سب برباد ہو جاؤ گے، پھر انہیں کسی نے نہیں دیکھا۔

شاہ صاحب سخت بیمار تھے، بواسیر کا زور رہتا تھا، میں اس زمانے میں دارالعلوم ہی میں پڑھا کرتا تھا کہ ایک رات کسی پٹھان کے بڑے زور سے رونے کی آواز آئی۔ وہ دار جدید کی چھت پر چڑھ کر رو رہا تھا۔ پھر کیا تھا سارے دارالعلوم میں کہرام مچ گیا کہ شاہ صاحب وفات پا گئے۔ ان کی کچی قبر خانقاہ کے باہر جنگل میں ہے۔ شام کے وقت طلبہ کا فاتحہ خوانی کے لئے ہجوم رہتا ہے۔

حضور نظام اہل کمال کے بڑے قدردان تھے۔ جہاں کہیں بھی کسی کا شہرہ سنتے، یہ کوشش کرتے کہ وہ حیدرآباد دکن آجائے۔ دیوبند سے رخصت ہونے پر نظام نے بڑی کوشش کی کہ شاہ صاحب حیدرآباد آجائیں۔ پانسو روپیہ ماہانہ وظیفہ دونگا خواہ کوئی بھی کام نہ کریں، مگر شاہ صاحب نے دارالعلوم ڈابھیل کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ آپ کے کچھ معزز شاگردوں نے شاہ صاحبؒ کو دکن جانے پر راضی کر لیا تاکہ مدرسہ ڈابھیل کے لئے کچھ امداد ہو جائے۔ اس زمانے میں سر اکبر حیدری وزیراعظم تھے۔ حیدرآباد میں مولوی فیض الدین ایڈوکیٹ کا مکان ہر مسافر کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ وہ علماء کے بڑے قدر دان تھے، شاہ صاحب وغیرہ انہی کے مکان پر ٹھہرے۔ مولانا ادریس کاندھلوی مرحوم دیوبند سے رخصت ہو جانے کے بعد مولوی فیض الدین ہی کے مکان پر مستقل طور پر رہتے تھے۔ وہ فجر کی نماز کے بعد مولانا سے ترجمہ قرآن پڑھتے تھے اور انہیں ایک سو روپیہ ماہوار دیا کرتے تھے اپنی کوٹھی میں انہیں ایک مکان بھی دے رکھا تھا۔ ان کے دیگر اخراجات کے بھی وہ کفیل تھے۔ دوبارہ دارالعلوم جانے سے پہلے تک مولانا ادریس یہیں رہے۔ میں اور میرے والد صاحب بھی انہی کے مکان پر رہتے تھے۔ جب انور شاہ حیدرآباد آگئے تو مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، مولانا بدر عالم اور مولانا ادریس سکھروڈوی نے یہ کوشش کی کہ کسی طرح شاہ صاحب کی ملاقات نظام سے کرائی جائے۔ شاہ صاحب نے صاف انکار کر دیا۔ ان سے باصرار کہا گیا کہ دارالعلوم کے لئے وظیفہ مقرر ہو جائے گا، مگر وہ نہ مانے تو لوگوں نے عرض کی کہ آپ سر اکبر حیدری سے ملنے چلیں۔ انہوں نے فرمایا اسے ضرورت ہو تو وہ آجائے میں کسی سے ملنے نہیں جاتا۔ سر اکبر حیدری بھی شاہ صاحب سے ملنے کی آرزو رکھتے تھے، لہذا وہ خود حاضر خدمت ہوئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اگر اکبر حیدری ملنے آئے تو شاہ صاحب ان کی تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوں گے اور یہ بُری سی بات ہوگی لہذا یہ تجویز کی گئی کہ اگر اکبر حیدری کو براہ راست شاہ صاحب کی خدمت میں نہ لے جایا جائے بلکہ انہیں کوٹھی کے کسی اور کمرے میں بٹھایا جائے اور چونکہ میرے والد صاحب شاہ صاحب سے بہت بے تکلف ہیں۔ لہذا ان سے کہا جائے کہ شاہ صاحب ذرا اس کمرے میں چلئے۔ ایک صاحب آپ سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ اکبر حیدری کو ایک کمرے میں بٹھا دیا گیا اور والد صاحب شاہ صاحب کے کمرے میں گئے اور عرض کی شاہ صاحب ایک صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں، ذرا اس کمرے میں چلئے۔ چنانچہ شاہ صاحب چلے گئے۔ اس طرح اکبر حیدری سے ان کی ملاقات کرائی گئی۔ جب اکبر حیدری چلے گئے تو شاہ صاحب نے والد صاحب سے کہا قاضی صاحب آپ نے اچھا نہیں کیا، اسے ضرورت تھی تو وہ خود میرے کمرے میں آتا۔

شاہ صاحب نے حیدرآباد کی رصدگاہ دیکھنے کی خواہش کی تو رصدگاہ افسر حیران رہ گیا کہ شاہ صاحب تو نجوم کے بارے میں مجھ سے بھی کہیں زیادہ جانتے ہیں۔ حیدرآباد میں شاہ صاحب کی آمد کی بڑی شہرت ہوئی۔ ہر فن کا آدمی ملنے آتا تھا۔ کہیں شطرنج کی کسی بازی کے بارے میں دو نوابوں میں بحث ہو گئی۔ وہ یہ معاملہ شاہ صاحب کے تصفیہ کے لئے لائے تو انہیں معلوم ہوا کہ شاہ صاحب تو شطرنج کی چالوں سے بھی پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ اس زمانے میں شعرائے دکن میں یہ بحث چلی ہوئی تھی کہ گول تاء (ۃ) جو بحالت وقف ہاء ہو جاتی ہے اسے تاریخ گوئی کے سلسلہ میں تاء شمار کرنا چاہئے یا ہاء۔ لوگ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ دراصل تاء ہی ہے، ثبوت طلب کیا گیا تو آپ نے فرمایا فلاں کتاب میں فلاں صفحہ پر یہ بحث

لے گی اور فلاں امام نے اس کے بارے میں یہی فیصلہ دیا تھا، افسوس کہ مجھے کتاب وغیرہ کا نام یاد نہیں رہا۔

ایک دفعہ بچے کھیلتے کھیلتے دوربین فرش پر چھوڑ گئے۔ شاہ صاحب نے جب تک اسے اچھی طرح نہیں جان لیا ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس طرح ہر چیز کے جاننے کے شوقین تھے۔ ہر فن اور ہر علم سے بخوبی واقف تھے اور ہر فن کے علماء ان سے مشکلات کا حل کیا کرتے تھے۔

میں جس زمانے میں الازہر مصر میں زیر تعلیم تھا۔ مولانا یوسف بنوری اور مولانا ظہور احمد بجنوری مجلس علمی ڈابھیل کی طرف سے کسی کتاب کی ریسرچ کے سلسلہ میں قاہرہ آئے ہوئے تھے، یوسف بنوریؒ نے جو آپ کی سوانح حیات عربی میں بنام نفحۃ العنبر عن الشیخ الانور لکھی تھی میرے سامنے الازہر کے بڑے شیوخ کے سامنے پیش کی تو انہوں نے فرمایا:

"اگر یہ بیانات صحیح ہیں تو ان جیسا عالم پانچ چھ صدی سے پیدا نہیں ہوا۔"

جس زمانے میں شاہ صاحب دیوبند میں صدر المدرسین تھے علامہ رشید رضا مصر سے دار العلوم آئے تھے تو وہ آپ کی علمیت کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔

حکیم محفوظ احمد جو بڑے عالم اور بڑے اچھے طبیب تھے محلہ خانقاہ میں رہتے تھے، ان کی ہمشیرہ سے شاہ صاحب کی شادی ہوئی تھی۔ سنا ہے کہ شادی کے کچھ دنوں کے بعد شاہ صاحب نے بخاری شریف کے درس میں فرمایا۔ بھائیو یہ عالم نسواں بھی عجیب و غریب ہے۔ کچھ دنوں کے بعد کے الفاظ میں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ جب شاہ صاحب کی شادی ہو گئی تو شاہ صاحبؒ رات کو بیوی کے پاس جاتے اور برابر کے پلنگ پر بیٹھے تسبیح پڑھتے رہتے اور پھر سو جاتے۔ تہجد ادا کرتے اور پھر صبح کی نماز کے لئے چلے جاتے۔ اس طرح کئی دن گذر گئے تو عورتوں کے پوچھنے پر بی بی صاحبہ نے کہا وہ تشریف لاتے ہیں اور تسبیح پڑھتے رہتے ہیں، مجھ سے بات تک نہیں کرتے۔ سہیلیوں نے کہا آج رات آئیں تو تم انہیں لپٹ جانا۔

معلوم نہیں کیوں شاہ صاحب کے تعلقات مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی مہتمم دار العلوم دیوبند سے کشیدہ ہی ہوتے چلے گئے، حتیٰ کہ دو پارٹیاں بن گئیں۔ کچھ مدرسین شاہ صاحب کے ساتھ ہو گئے اور کچھ اہتمام کے ساتھ۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا ادریس سکھروڈوی، مولانا میرک شاہ کشمیریؒ مولانا بدر عالمؒ اور مولانا ادریس کاندھلویؒ شاہ صاحب کی پارٹی میں تھے۔ کوئی دو سال تک پارٹی بازی ہوتی رہی، بالآخر شاہ صاحب کی پارٹی نے اسٹرائک کر دی اور دار العلوم کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ اہتمام کی جیت ہوئی اور یہ لوگ دار العلوم چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے لیڈروں نے صلح کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ شاہ صاحب کی پارٹی نے مہاجر اخبار نکالا تو اہتمام والی پارٹی نے الانصار نکالا۔ عبد الوحید الانصار کے ایڈیٹر تھے انہوں نے شاہ صاحب کے بارے میں یہاں تک لکھ دیا کہ کثرت جماع سے ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اس طرح دونوں پارٹیاں ایک دوسرے کے خلاف بہت سخت سست لکھتی تھیں اور بڑی سخت تقریریں ہوتی تھیں۔ یہ بزرگ تو ایسی فضولیات سے بہت بلند و بالا تھے، خورد گندگی اچھالتے تھے یہ عبد الوحید وہی ہیں جنہوں نے اپنے استاد مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی جمعیۃ العلماء کے خلاف بلیماران ہی میں ایک جمعیۃ العلماء بنائی تھی اور اخبار بھی جاری کیا تھا۔ کہتے ہیں انہیں انگریزی حکومت سے مدد ملتی تھی۔ یہ جمعیت علمائے ہند کے خلاف لکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے اخبار میں بڑی موٹی سرخی دی مولانا احمد سعید کی استری گم ہو گئی"۔ ہندی میں استری بیوی کو کہتے ہیں۔ اس سرخی کی تفصیل میں لکھا تھا کہ کپڑوں پر پھیرنے والی استری گم ہو گئی۔ عبد الوحید ہی نے دار العلوم ابنائے قدیم کی تحریک چلائی تھی اور یہ شعبہ انہوں نے ہی قائم کیا تھا اور بڑی کامیابی سے چلایا تھا۔ عبد الوحید بڑے سازشی آدمی تھے میری مراد عبد الوحید صدیقی سے ہے۔ وحید الدین شیر کوئی اور ہیں جو جمعیۃ العلمائے ہند کے سیکریٹری اور مخلص کارکن رہے۔ پھر یہ اسد کے دور میں علیحدہ کر دیے گئے۔ وحید الدین ہمارے ساتھ بیت المہاجرہ میں رہا کرتے تھے۔ پچھلے سال پاکستان تشریف لائے تھے۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی میرے پھوپھی زاد بھائی تھے اور میری ماموں زاد بہن سے ان کی شادی ہوئی تھی۔ اسٹرائک کے دور میں ان کی شادی ہوئی تھی تو بہن فرخند کہا کرتی تھیں مولوی صاحب کہتے ہیں اگر اسٹرائک ناکام ہو گئی تو مجھے دق ہو جائے گی۔ حفظ الرحمٰن بھی شاہ صاحبؒ کے ساتھ ڈابھیل چلے گئے تھے۔ ان کی اور مفتی عتیق الرحمٰن کی صحت وہاں خراب رہی تو دونوں کلکتہ چلے گئے وہاں امام ہو گئے۔ سیٹھ فیروز الدین نے انہیں پچیس ہزار روپیہ دیا اور ان دونوں نے دہلی میں ندوۃ المصنفین قائم کیا، ساتھ میں پروفیسر سعید احمد اکبر آبادی کو ملا لیا۔ وہ برہان کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ سعید احمد میرے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔

دار العلوم دیوبند کی اسٹرائک سے یہ بڑا فائدہ ہوا کہ دار العلوم کی ایک شاخ ڈابھیل ضلع سورت میں قائم ہو گئی ورنہ فیوضات قاسمیہ وہاں کیسے پھیلتے۔ دونوں جماعتوں کے بزرگوں سے میں نے سنا بھائی اس اسٹرائک سے دار العلوم کی ایک شاخ ضلع سورت پہنچ گئی۔ اچھا ہی ہوا۔ خدا کو یہی منظور تھا۔

حفظ الرحمٰن سیوہاروی تو دراصل اسٹرائک

ہی کی وجہ سے کامیاب مقرر بنے ۔ یہ علامہ شبیر احمدؒ کے خصوصی شاگرد تھے اور انہیں کے رنگ میں تقریر کرتے تھے ۔

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی مہتمم دارالعلوم بڑے سیاسی آدمی تھے ۔ انہی کی ہمت تھی کہ وہ شاہ صاحب جیسے علماء کی ٹکر سنبھال گئے ۔ حافظ احمد صاحب ابن مولانا قاسم نانوتویؒ نائب مہتمم تھے ۔ حبیب الرحمٰن کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ بڑے سے بڑے مخالف کو بھی آئینہ میں اتار لیتے ہیں ، اور جو بھی ان کی مجلس میں جاتا ہے انہی کا ہو جاتا ہے ۔ ان کی چائے کی پیالی مشہور تھی کہ جس نے ان کی چائے پی لی انہی کا ہو گیا ۔ کہتے ہیں چائے میں مشک ہوتا تھا ۔ حبیب الرحمٰن صاحب کی کتاب 'دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا' بڑی ہی قابل قدر کتاب ہے ۔ ان کا کلام جاہلی شعرائے عرب سے ملتا ہے ۔ دارالحدیث دیوبند میں انہی کے اشعار کندہ ہیں ۔ مولانا اعزاز علی شیخ الادب دارالعلوم دیوبند ان کے شاگرد تھے ۔ سُنا ہے کہ شبلی ہندوستان میں ڈھائی عربی شاعر مانتے تھے ۔ ایک تو اپنے استاد مولانا فیض الحسن سہارنپوری کو اور دوسرے مولانا حبیب الرحمٰن کو اور آدھا شاعر مولانا عبدالرحمٰن سیوہاروی کو ۔ حبیب الرحمٰن فرمایا کرتے تھے چائے سے چاہ بڑھتی ہے ۔ جب کبھی دو طالب علم ان سے یہ کہتے ہم دونوں بڑے گہرے دوست ہیں تو وہ دریافت فرماتے کیا کبھی تم میں لڑائی ہوئی ہے ؟ وہ کہتے حضرت کبھی نہیں ہوئی ، تو فرماتے پھر تم دونوں گہرے دوست نہیں ہوسکے ۔

اسٹرائک کے دَور میں جب جلسے ہوا کرتے تو حبیب الرحمٰن قاری محمد طیب حال مہتمم دارالعلوم سے قرأت کی فرمائش کرتے اس زمانے میں یہ نوجوان تھے تو مخالف پارٹی والے ان کی نقلیں اتارتے ۔ حبیب الرحمٰن ہی نے قاری طیب کو اہتمام میں ماہر کیا ۔ والد صاحب نے شاہ صاحب سے عرض کی میرے لڑکے کو صرف کی کوئی ایسی کتاب بتایئے جو سب سے اچھی ہو تو انہوں نے فرمایا اسے مغنی اللبیب لا دو ۔

میں جس زمانہ میں دیوبند میں پڑھا کرتا تھا شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے ازہر شاہ چھوٹے سے تھے ، وہ رسالہ دارالعلوم کے ایڈیٹر ہیں ۔

جب شاہ صاحب کی جماعت نے علیحدگی کا فیصلہ کر ہی لیا تو حبیب الرحمٰن نے مولانا حسین احمد مدنیؒ کو مدینہ شریف سے بُلا کر دارالعلوم کا صدر المدرسین بنا دیا ۔ لوگ سمجھتے تھے دارالعلوم برباد ہو جائے گا ، لیکن اتنے بڑے بڑے علماء کے بھی وہاں سے چلے جانے پر دارالعلوم کی شان میں کوئی فرق نہیں آیا اور اس میں زیادہ حبیب الرحمٰن کی حسن سیاست کا ہاتھ تھا ۔ مولانا حسین احمدؒ نے نہ صرف شاہ صاحب کی جگہ پُر کر دی بلکہ دارالعلوم کو سیاسی اکھاڑہ بھی بنا دیا ، اور پھر ان کے رات دن کے دورے تقریریں ، جہاد اور سلسلۂ بیعت وارشاد سے دارالعلوم کی شان اور بلند ہوگئی ۔ شاہ صاحب صرف عالم تھے ، مجاہد یا لیڈر بننے کی صلاحیت نہ رکھتے تھے اور بیعت کا سلسلہ بھی ان کا عام نہ تھا ۔ شاید ساری عمر میں چند ایک کو بیعت کر لیا ہو ۔

شاہ صاحب کے انتقال پر دارالحدیث میں تعزیتی جلسہ ہوا ۔ مختلف اساتذہ نے تقریریں کیں ۔ مولانا اعزاز علی مرحوم تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو ان سے بولا نہ گیا ، زار و قطار رونے لگے ۔ پھر مولانا حسین احمد نے تقریر کی تو انہوں نے اس شعر سے ابتدا کی ۔

بلبل ہمہ کہ نالہ زنم ....

حسین احمدؒ بھی بڑے زبردست حافظے کے مالک تھے ۔ بخاری شریف تو گویا انہیں حفظ تھی ! اس لئے بھی دارالعلوم میں شاہ صاحب کے چلے جانے سے کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی ۔ مولانا مدنیؒ کی عام معلومات بھی بڑی وسیع تھیں ۔ وہ جغرافیہ و تاریخ ہند پر بھی اکثر بات کرتے تو کتابوں کے صفحات تک کے حوالے دیتے ۔ ایک دفعہ انہوں نے اقتصادیات ہند پر تقریر کی علم الاقتصاد کے بڑے بڑے پروفیسر اور ماہرین بھی حیران رہ گئے کہ ایک مولوی بھی ہمارے مضمون کو ہم سے بہتر جانتا ہے ۔

جس زمانے میں علامہ اقبال انجمن حمایت اسلام لاہور کے صدر تھے تو وہ احمدیوں کو انجمن کا ممبر بننے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے تھے نہ اس میں کوئی ہرج سمجھتے تھے کہ مرزا کو مجدد مان لیا جائے ۔ ظفر علی خاں وغیرہ نے شاہ صاحب کو لاہور بلایا اور انہوں نے اقبال کو قائل کیا ۔ قادیانیت کے خلاف اقبال کے شعر اس زمانے کے بعد ہی کے ہیں ۔ پھر مقدمہ بہاولپور میں جو کچھ ہوا وہ شاہ صاحب ہی کی علمیت کا کرشمہ تھا ۔ اگر انور شاہ نہ ہوتے تو اقبال گمراہ ہو چکے تھے ۔ اقبال شاہ صاحبؒ سے مل کر بہت خوش ہوتے ۔ اُن کی تمنا تھی کہ شاہ صاحب لاہور ہی میں رہیں اور وہ مل کر قانون اسلامی کی تدوین کریں ۔ اقبال کہا کرتے تھے اگر انور شاہؒ میرے ساتھ شریک ہو جائیں تو میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا سکتا ہوں ۔ مگر شاہ صاحب لاہور رہنے پر راضی نہ ہوئے اور اقبال کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا ۔ سُنا ہے کہ میاں شیر محمد شرقپوریؒ سے ان کی ملاقات ہوئی تو میاں صاحب نے کہا دیکھو یہ شخص ولی اللہ ہے ۔

یہ بات تو میں نے سینکڑوں جید عالموں سے سُنی کہ اگر چار پانچ صدی پہلے شاہ صاحب پیدا ہوتے تو وہ امام زمانہ ہوتے اور یہ کہ وہ کسی امام سے کم نہیں ہیں ، مگر اس کے باوجود شاہ صاحبؒ نے کوئی دعویٰ نہیں کیا بالکل منکسر المزاج اور سادہ لوح بے تکلف انسان تھے ۔ ہمارے دیگر اساتذہ تو لمبے لمبے ٹخنوں تک کے کرتے پہنا کرتے تھے ، مگر شاہ صاحب عام لوگوں کی طرح کا کُرتا پہنتے تھے ۔ ان کی کوئی خاص علامت وضع نہ تھی ۔ بس جیسے عام مسلمان ہوتے ہیں ۔

شاہ صاحب ناک میں بولا کرتے تھے۔

میں نے اکثر عربی بولنے والوں کو بڑا ذہین پایا ان کے شاگرد بھی چند سے آفتاب و چند سے ماہتاب بنے۔ میرک شاہ کشمیری، فارسی و عربی کے بڑے عالم تھے۔ آخر عمر میں اورینٹل کالج لاہور میں فارسی کے مدرس ہو گئے تھے۔ مولانا بدر عالم نے احادیث کے جمع کرنے پر جو کام کیا ہے سب کو معلوم ہے۔ یوسف بنوری نے کیا کچھ نہیں کیا اور مولانا ظہور احمد بجنوری نے مجلس علمی ڈابھیل سے قیمتی کتابیں شائع کیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے تقسیم ملک کے وقت جو خدمت اہلِ ہند کی کی تعریف و توصیف سے بالا ہے۔ دہلی اجڑ چکی تھی اگر حفظ الرحمٰن، احمد سعید اور ابوالکلام آزاد جیسے لوگ نہ ہوتے۔ احراری و مسلم لیگی بھی پاکستان بھاگ آئے تھے یا خاموش ہو کر بیٹھ رہے تھے۔ حفظ الرحمٰن سر ہتھیلی پر لئے پھرتے اور مسلمانوں کی ڈھارس بندھاتے۔ پھر انہی کی کوششوں سے مشرقی پنجاب آباد ہوا اور مسجدیں کھلیں۔ بریلوی پارٹی کے مجاور اور پیر فقیر عرس کرتے ہوئے بھی ڈرتے تھے۔ حفظ الرحمٰن ہی جواہر لال سے مل کر ہر جگہ کے دینی پروگرام پابندیٔ اوقات سے جمعیت علمائے ہند کی نگرانی میں کراتے تھے۔ جہاں کہیں بھی فساد ہوتا حفظ الرحمٰن بے دھڑک وہاں پہنچ جاتے اور وہاں کے تھانیداروں اور کمشنروں وغیرہ کو ڈانٹتے اور جب تک امن و امان بحال نہ ہو جاتا وہاں سے نہ لوٹتے۔ پانی پت بالکل خالی ہو چکا تھا۔ جمعیۃ علمائے ہند کے ایک سپوت مولانا لقاء اللہ عثمانی نے یکہ و تنہا جا کر وہاں کے مزارات کے تقدس کو برقرار رکھا۔ الغرض ان دیوبندیوں ہی نے کلیر و اجمیر وغیرہ کو آباد کیا اور وہاں اسی شان و شوکت سے تقاریب کرائیں۔ میں پاکستان بننے کے قریبی دور میں قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر گیا تو دیکھا کہ میلوں تک مسلمانوں کا نام و نشان نہیں اور ہر طرف ہندو ہی ہندو آباد ہیں۔ نہ مجاور نہ پیر و فقیر اور مزار کا سارا انتظام دیوبندیوں کے ہاتھ میں ہے۔ جمعیت علمائے ہند کے کارکن ساری دیکھ بھال اور خدمت میں مصروف ہیں۔ نہ ہمارے سفارت خانے کا وہاں کوئی آدمی تھا۔ حفظ الرحمٰن سفیر پاکستان کے پاس گئے اور کہا پاکستان سے لوگ عرس میں آئے ہوئے ہیں اور حکومت انہیں شہر جانے نہیں دیتی۔ آپ اجازت دلوا دیجئے کہ لوگ شہر کی زیارت بھی کر سکیں۔ ہمارے دہلی سے رخصت ہونے تک جمعیۃ کے کارکن ہی خدمت کرتے رہے۔

الغرض انور شاہ کشمیریؒ کے شاگردوں نے ہند و بیرون ہند بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ نہ صرف درس و تدریس کی خدمت کی بلکہ سیاست، ادب، سماجی زندگی، امامت و خطابت و طبابت میں بھی قدم رکھا۔ عربی، فارسی اور اردو کی بھی خدمت کی۔ ایڈیٹری بھی کی اور لیڈری بھی۔

میں نے تین چار شخص زبردست حافظے والے دیکھے۔ علامہ انور شاہؒ ان میں سر فہرست ہیں۔ دوسرے حسین احمد مدنیؒ، عبدالعزیز میمن اور شیخ الاسلام ترکی علامہ جار اللہ، انہیں مصطفےٰ کمال پاشا نے جلاوطن کر دیا تھا، اور وہ قاہرہ میں سیاسی پناہ گزین ہو گئے تھے۔ مصر جدید میں رہتے تھے۔

بقیہ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جن سے آپ کی زندگی کا کوئی گوشہ مخفی نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہؓ، آپ علیہ السلام کے دوست حضرت ابوبکرؓ، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ اور آزاد کردہ غلام زیدؓ سب سے پہلے حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

پھر آپ نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ کسی بڑی شخصیت کے عیوب اس کی زندگی میں تو اس کے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے چھپے رہتے ہیں، مگر اس کی وفات کے بعد اس کی کوتاہیوں کا رونا رویا جاتا ہے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نکتہ چین انتہائی تحقیق و جستجو کے باوجود تعدد ازواج اور جہاد وغیرہ کے مسئلہ کے سوا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت میں کسی قسم کی خردہ گیری نہ کر سکے۔ ایک اور حیثیت سے توجہ فرمایئے۔ مشرکین مکہ اور یہود مدینہ کو آپ علیہ السلام سے جو چڑ تھی، وہ محتاج بیان نہیں، لیکن انتہائی دشمنی کے باوجود بھی وہ اخلاقی اور عملی اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں کسی عیب کی نشاندہی نہ کر سکے۔ آپ علیہ السلام کی زندگی کا ہر دور۔ بچپن۔ جوانی۔ کہولت۔ ان کی آنکھوں کے سامنے تھا، مگر آپ علیہ السلام کی سیرت کا ہر پہلو انہیں بے عیب دکھائی دیا اسی لئے ان میں کا ایک فرد نضر بن حارث بھرے مجمع میں کہہ دیتا ہے:

"اے قریش تم پر جو مصیبت آئی ہے تم اس کی کوئی تدبیر نہ نکال سکے محمد (علیہ السلام) تمہارے سامنے بچہ سے جوان ہوا وہ تم سب سے زیادہ پسندیدہ، سچا اور امانتدار تھا، اور اب جب اس کے بالوں میں سفیدی آ چکی اور تمہارے سامنے یہ باتیں پیش کیں تو کہتے ہو کہ وہ ساحر ہے کاہن ہے، شاعر ہے، مجنون ہے، خدا کی قسم میں نے اس کی باتیں سنی ہیں محمد (علیہ السلام) میں ایسی کوئی بات نہیں۔" (الابن ہشام)

ازلی دشمن ابوجہل کہا کرتا تھا،

"محمد (علیہ السلام) میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا، البتہ تم جو کچھ کہتے اور سمجھاتے ہو اس کو صحیح نہیں سمجھتا (ترمذی)"

چنانچہ قرآن مجید کی یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی:

(ترجمہ) "ہم جانتے ہیں کہ ان (کافروں) کی باتیں تم کو (اے پیغمبر) غمگین کرتی ہیں تو یہ لوگ تم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔" (الانعام)

ہے کوئی دوسرا رہنما جس کے کردار کی پاکیزگی کی گواہی اس کے دشمن اپنے واشگاف الفاظ میں دیں؟ یقیناً نہیں قطعاً نہیں!!

محترمہ عائشہ صدیقہ صاحبہ

معرکۂ حق و باطل

موسمِ حج شروع ہو چکا تھا۔ سنّتِ ابراہیمیؑ کی ادائیگی کے لئے مکہ کے دُور دراز اور گرد و نواح کے علاقوں سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ جابجا حاجیوں کے کیمپ لگے ہوئے تھے۔ لوگ اِدھر سے اُدھر آ جا رہے تھے۔ کچھ لوگ ٹولیوں کی شکل میں بیٹھے مصروفِ گفتگو تھے۔ خیموں سے ذرا فاصلے پر کثیر تعداد میں لوگ جمع تھے۔ لب خاموش، ہمہ تن گوش نہ کوئی حرکت، نہ کوئی جوش انتہائی سکون اور اطمینان کے ساتھ ایک ہاشمی نوجوان کی باتیں سُن رہے تھے۔ یہ نوجوان انتہائی فصیحانہ و بلیغانہ، ناصحانہ وہمدردانہ لہجہ میں ان سے کلام کر رہا تھا۔ اندازِ بیان اور لہجہ میں انتہائی نرمی و لطافت، شیرینی و حلاوت تھی۔ وہ یہ بتا اور سُنا رہا تھا، رغبت اور دعوت اس بات کی دے رہا تھا کہ معبود ایک ہے، مسجود ایک ہے۔

قبیلہ و خاندان کا خدا جدا جدا نہیں، عرب کا الگ نہیں، عجم کا الگ نہیں، سب کا خالق و پالنہار رب العالمین ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی رب اور الٰہ ہے نہ کوم رام و برہما نہ کوئی اہرمن و یزداں ہے نہ کوئی شیو اور وشنو، نہ کوئی پس پردہ دیوتا اور دیویاں ہیں جو پریم و محبت پیار و الفت اور انس و یگانگت پیدا کرتی، مارتی اور جلاتی، مال و دولت، حشمت و عزت عطا کرتی اور چھین لیتی ہیں۔ نہ ہی کوئی طاقتوں میں اس کا شریک، احکامات میں اس کا معاون، فیصلوں میں اس کا مددگار اور نظامِ کائنات چلانے میں اس کا ممد اور ہاتھ بٹانے والا ہے۔ اس کی تعلیمات کا عطر اور نچوڑ یہ تھا۔ عمل و کردار میں اخلاص و عبودیت کا رنگ بھر دو۔ عہد و پیمان کا ایفا کرو۔ اپنے سرمایہ و تجارتی سامان سے، صدقات و خیرات اور مالِ زکوٰۃ سے معاشرہ کے غریب و فقیر مفلس و محتاج، ناتواں و نادار اندھے و اپاہج بیوہ و یتیم افراد کی نصرت و امداد کرو۔ مصائب و مشکلات میں صبر سے کام لو۔ عدل و انصاف کے وقت دوست اور دشمن، اپنے اور بیگانے غریب و امیر میں تفریق اور تمیز نہ ہونے پائے۔ دوسروں کی خطاؤں اور کوتاہیوں، لغزشوں اور غلطیوں سے چشم پوشی کرو۔ انتقام پر قدرت رکھنے کے باوجود معاف کرو۔ لسانی عصبیت قبائلی وحدت، جنسی یکتائی اور تفاخرِ حسب و نسب کی اسلام میں کوئی قدر و قیمت نہیں۔ مخلوق کی اطاعت اور قبیلہ کے سرداری فرمانبرداری خالق کی اطاعت و فرمانبرداری کے سامنے بے حقیقت ہے۔ افراد میں امتیاز زہد و تقویٰ، طہارت و پرہیزگاری، اخلاص و للّٰہیت اور اطاعت خدا و تابعداری رسول میں ہے۔

یہ ہاشمی نوجوان کون تھا؟ بزمِ رسالت کا سراج منیر گلستانِ نبوت کا کنول، دامنِ قریش کا گلِ تر، کلاہِ ہاشم کا جگمگاتا و تابندہ گوہر، چمنستانِ عبودیت کا ثمر جس کا نام آسمان پر احمد اور زمین پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ علیہ السلام کے پاکیزہ خیالات کو سُننے والوں کی صلاحیت و قابلیت برابر اور یکساں نہ تھی۔ جو سعادت مند، نیک بخت اور مینین تھے، دل سے نکلی ہوئی بات ان کے دِلوں میں اتر گئی۔ اسلام کا جوا اپنی گردنوں میں ڈال لیا، اور رب قبیلہ کو چھوڑ کر رب العالمین کے پرستار بن گئے۔ ان ایمان لانے والوں میں ایک شخص سوید بن صامت مدینہ سے چل کر حج کرنے مکہ آئے تھے، اسلام کے زرّیں اصول سُن کر بے ساختہ پکار اٹھے۔ ان هذا القول الحسن۔ یہ بات تو بہت اچھی ہے۔ جب واپس مدینہ پہنچے تو دوسرے لوگوں سے اس کا تذکرہ کیا۔ اسی طرح مکہ کی ایک پہاڑی گھاٹی کے پاس خزرج کے سات افراد سے آپ نے انہیں بھی اسلام پیش کیا۔ اسلام لانے کے بعد یہ لوگ بھی حج سے فراغت کے بعد وطن واپس پہنچے تو اہالیانِ مدینہ کو اسلام کی دعوت بھی دینا شروع کر دی۔ اگلے سال پندرہ افراد حج کے ارادہ سے مکہ آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ ایمان لانے کے بعد دولتِ ایمان سے بہرہ ور ہو کر واپس لوٹنے لگے تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعت کی رفتار اور روشنی ترقی کی دیکھ بھال کے لئے اہل مدینہ کو قرآن سکھانے اور دین کے احکامات بتانے کے لئے بطور مبلغ اسلام مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ روانہ کیا۔ وہاں جاکر انہوں نے دیکھا کہ اسلام ایک خاص رفتار کے ساتھ دن بدن پھیلتا جارہا ہے۔ مصعب بن عمیرؓ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد شجر اسلام کے برگ و بار پروان چڑھتے رہے۔ ستر افراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے مشتاق جذبۂ صادق لئے مکہ آئے۔ ایمان کی لازوال دولت سے مالامال ہوئے۔ ان میں قبیلہ اوس اور خزرج دونوں کے افراد شامل تھے۔ مردوں کے علاوہ نسیبہ بنت کعب، ام عمارہ اور اسماء ام عمرو بن عدی وغیرہن بھی شامل تھیں۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ افراد پر مشتمل ایک مختصر جماعت کا ڈھانچہ ترتیب دیا جو قوم پر رئیس کی حیثیت سے کام کرے۔ ان بارہ افراد میں ۹ نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔ یہ مسلمانوں کی پہلی فوجی تنظیم تھی جس نے مکہ سے باہر کام شروع کیا۔

ادھر یہ حالت ادھر مکہ میں مسلمانوں پر دن بدن قافیۂ حیات تنگ کیا جارہا تھا۔ آلام و مصائب، جور و جفا اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جارہے تھے۔ گلی کوچوں میں مسلمان مشرکین مکہ کے غیض و غضب اور آتش انتقام کا نشانہ بن رہے تھے۔ مکہ کے مختلف مقامات پر نیزے کی انیوں، تیروں کی نوکوں، تلواروں کی دھاروں، بھڑکتے شعلوں، دہکتے انگاروں ریت کے تپتے ذرات پر لٹا کر اور سینے پر بھاری چٹانیں رکھ کر مسلمانوں کے سینوں میں جو ایمان کی روشنی کے چراغ جل رہے تھے ان کو بجھانے کی سعی و کوشش عروج پر تھی اور ظالموں کی ان قبیح حرکات میں کمی آنے کی بجائے دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔ انہی حالات میں بذریعہ وحی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ سے مدینہ ہجرت کا حکم ملا۔

ہجرت کا حکم ملتے ہی ماہ رجب ۵ نبوی میں بارہ مرد اور چار عورتوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا قافلہ رات کی تاریکی میں بندرگاہ شعیبہ سے سوار ہو کر حبش کو روانہ ہوا۔ اس قافلہ کے امیر حضرت عثمانؓ بن عفان تھے۔ حضرت سیدہ رقیہؓ بھی آپؓ کے ساتھ تھیں۔

مشرکین نے قافلہ کی روانگی کی اطلاع موصول ہونے پر سمندر تک تعاقب کیا، لیکن جہاز بندرگاہ سے روانہ ہو چکا تھا اس لئے خائب و خاسر واپس لوٹے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی۔ حبشہ کو ہجرت کرنے والی دوسری جماعت میں ترانسی ۸۳ مرد اور اٹھارہ ۱۸ عورتیں تھیں۔ ان میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی جعفر طیارؓ بھی تھے۔ بالآخر مسلمان آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سمیت کسی نہ کسی طرح مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے۔

مشرکین مکہ جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے ان کے زندہ و سلامت بچ کر نکل جانے سے آگ بگولا ہو گئے۔ مسلمانوں کا مدینہ میں امن و سکون کے ساتھ رہنا اور اسلام کی اشاعت نے اور زیادہ مشتعل کر دیا۔ منافقین اور یہود کے ساتھ ساز باز شروع کر کے اہل مدینہ کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں کہ تم نے ہمارے دشمنوں کو پناہ دی ہے اس لئے ہم مدینہ پر حملہ کریں گے اور حملہ کی تیاری میں عملی طور پر مصروف ہو گئے۔ چنانچہ قریش مکہ نے ٹولیوں کی شکل میں مدینہ کے گرد و نواح میں چراگاہوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلا شخص جس نے چراگاہوں کو لوٹا کرز فہری تھا۔

ابوسفیان کی قیادت میں ستر قریشیوں کا تجارتی قافلہ ملک شام روانہ ہوا۔ اس قافلے میں ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا مال تھا تاکہ اس مال کے مجموعی منافع سے سامان حرب فراہم کر کے مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ لڑی جا سکے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اطلاع ہوئی کہ مشرکین کا تجارتی قافلہ شام سے واپس لوٹ رہا ہے تو صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا اور فرمایا:

کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ
مال غنیمت سے نوازیں۔"

صحابہ کرامؓ نے بخوشی آمادگی کا اظہار کیا۔

۹ رمضان المبارک کو ابو لبابہؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے آپ تین سو تیرہ ۳۱۳ افراد (جن میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے) کی معیت میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اس مختصر قافلہ کے پاس صرف آٹھ تلواریں، دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ ابوسفیان کو جب حملے کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوری طور ضمضم غفاری نامی تیز رو قاصد کو مکہ والوں کی طرف پیغام دے کر بھیجا کہ مسلمان تمہارے قافلے پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں، اس لئے اپنے قافلے کی جلد خبر لو۔ اس خبر کو سن کر مکہ والے غصے سے پاگل ہو گئے کہ مسلمانوں کو ہمارے قافلہ پر حملہ کی جرأت کیسے ہوئی۔ آن کی آن میں تمام سرداران قریش ابوجہل کی سرکردگی میں ایک ہزار مسلح اور جنگجو سپاہیوں کو لے کر بزعم خویش مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے فخر و تکبر اور غرور و تمرد کے نشے میں مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔

ادھر مسلمانوں کا مختصر سا قافلہ جب وادی صفراء سے گزر کر ذفران پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بسبس اور عدی نے آ کر اطلاع دی کہ ابوسفیان کا قافلہ بدر پہنچنے والا ہے۔ ساتھ ہی دوسرے ذرائع سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع ہوئی کہ قریش ایک لشکر جرار لے کر مسلمانوں کو مٹانے کے لئے بدر کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ صورتحال تبدیل ہو چکی تھی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا اور فرمایا: اب تمہارے سامنے دو جماعتیں ہیں۔ ایک تجارتی قافلہ اور دوسرا فوجی لشکر۔ خدا نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک پر تم کو غلبہ عطا فرماؤں گا۔ اس بارہ میں تمہاری

کیا رائے ہے ؟

صحابہ کرام رض چونکہ جنگ کے لئے تیار ہو کر نہیں آئے تھے افراد اور سامان کی قلت کو دیکھتے ہوئے بعض صحابہ کرام نے تجارتی قافلہ پر حملہ کی رائے دی ، لیکن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رض کی اکثریت نے فوجی لشکر کے ساتھ مقابلے کی رائے دی ۔ ساتھ ہی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :

" تمہیں بشارت ہو! اللہ کا وعدہ سچا ہے میں سرداران مکہ کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں ۔"

ابوسفیان ساحلی راستہ سے قافلہ کو بچا کر مکہ واپس پہنچ چکا تھا ۔ ابوجہل کو دوبارہ پیغام بھیجا کہ واپس مکہ لوٹ آؤ ، لیکن وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہا ۔ جواب میں کہلا بھیجا کہ ہم بدر جائیں گے اور مسلمانوں کا صفایا کر کے دم لیں گے اور بدر میں جا کر ڈیرے ڈال دیئے ۔

ذفران سے روانہ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصافر نامی پہاڑیوں کی راہ سے بدر پہنچے اور حباب بن منذر رض کی رائے سے اس چشمہ کے قریب جو قریش کے نزدیک تر واقع تھا پڑاؤ کیا ۔

دونوں جماعتوں کی حالت میں زمین و آسمان کا فرق تھا ۔ ابوجہل اور اس کے رفقاء رات دن خوشی و مسرت کے شادیانے بجاتے ۔ راگ رنگ اور رقص و سرور کی محفلیں جماتے ۔ شراب بادۂ ناب کی مجالس گرماتے ، لیکن دوسری جانب آپ علیہ السلام لشکر کو بے سروسامان دیکھ کر دعا فرماتے :

" الٰہی یہ ننگے ہیں انہیں کپڑا دے ۔ یہ بھوکے ہیں انہیں کھانا دے ۔ یہ پیادہ ہیں انہیں سواری دے " راوی کہتا ہے کہ جنگ کے بعد ہم میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جس کے پاس سواری ، کپڑا اور نقد جنس موجود نہ ہو ۔

رمضان المبارک کی ۱۷ تاریخ تھی ۔ دونوں جماعتیں میدان میں آمنے سامنے آئیں ۔ قریش کے تین بہادر سب سے پہلے میدان میں نکلے ۔ یہ عتبہ بن ربیعہ ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ تھے ۔ ادھر سے حضرت حمزہ رض ، حضرت علی رض اور حضرت عبیدہ رض سامنے آئے ۔ پلک جھپکنے کی دیر میں تینوں کافر خاک و خون میں تڑپ رہے تھے ۔ رفتہ رفتہ میدان کارزار گرم ہو گیا ۔ گردنیں اور بازو کٹ کٹ کر گر رہے تھے ۔ نیزے بھالے اور تیر ابدان میں پیوست ہو رہے تھے ۔ مختلف اجسام سے فواروں کی شکل میں خون اُبل رہا تھا ۔ تلواروں کی جھنکار سے میدان لرز رہا تھا کہ چشم فلک نے دنیا والوں کو صحابہ کرام رض کی جانثاری اور جوشِ ایمانی کا ایک اور منظر دکھایا ۔

حضرت ابوبکر رض کے لختِ جگر اور نورِ نظر عبدالرحمٰن میدان میں نکل کر یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ کوئی ہے جو میرے مقابلہ پر آئے ۔ حضرت ابوبکر صدیق رض کی آنکھوں میں بیٹے کے ان الفاظ سے خون اُتر آتا ہے : خود بڑھ کر مقابلہ کرنا چاہتے ہیں لیکن رحمت اللعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ بیٹے کی جنگ کا دلدوز منظر گوارا نہ فرمایا اور حضرت ابوبکر رض کو مقابلہ کی اجازت نہ دی ۔

عتبہ میدان میں آیا تو ان کے فرزند ابوحذیفہ مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے ۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے والد نے آپ رض پر حملہ کیا تو آپ رض نے تلوار کے ایک ہی وار سے باپ کو اسلام اور ایمان پر قربان کر دیا ۔

حضرت عمر رض نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ تھوڑی ہی دیر میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا ۔ قلت کثرت پر غالب آگئی ۔ چھپر کے نیچے آپ علیہ السلام کی سجدے میں رو کر اور عجز و الحاح کے ساتھ رب کے حضور ہاتھ پھیلا کر مانگی ہوئی دعا اپنا اثر دکھا گئی ۔ مشرکین مکہ کی فوج ظفر موج اپنی ستر نعشیں اور ستر قیدی میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئی ۔ حق و باطل کے اس معرکہ میں حق والوں کو عظیم الشان کامیابی و کامرانی حاصل ہوئی ۔ یہ مسلمانوں کے اخلاص وللہیت والہٰ دینی اور جذبہ جہاد کا ثمرہ تھا کہ تین گنا مسلح طاقت پر غلبہ حاصل کیا ۔ اس جنگ نے مسلمانوں کو نیا حوصلہ اور جذبہ عطا کیا ۔ کفر سرنگوں ہو گیا ۔ جور و ستم اور کفر و ضلالت کی کمر ٹوٹ کر رہ گئی ۔ اسلام کی اشاعت و ترویج کی مسدود راہیں کھل گئیں ۔

مادی سامان حرب اور افراد کی کثرت پر اترانے والے قلتِ سامان و تعداد کے باوجود خدا کی نصرت و تائید پر قلوب میں یقین کی شمعیں جلانے والوں سے شکست کھا گئے اور یہ راز آشکارہ ہو گیا کہ اسلام محض عبادات (نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ وغیرہ) کا ہی مجموعہ نہیں بلکہ ایک کامل و اکمل نظامِ حیات ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری رہنمائی کرتا ہے ۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رض نے صرف مساجد و مدارس کی چار دیواری میں ہی وعظ و نصیحت اور پند و نصائح کے ذریعہ لوگوں کو اسلام نہیں سکھایا ، بلکہ وقت آنے پر اسلامی نظام کی راہ میں رکاوٹ بننے والوں ، نظام مصطفیٰ کے قیام کے دشمنوں اور دینِ اسلام کے منکروں کے خلاف تلواریں سونت کر دست بدست میدانِ جنگ میں بھی انکا مقابلہ کیا ، اور مسلمان قوم کو عملی طور پر یہ سبق دیا کہ

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

مدرسہ رحمانیہ جہانیاں

منڈی ضلع ملتان

مدرسہ ہذا عرصہ سے قائم ہے ۔ درس نظامی مکمل پڑھایا جاتا ہے ۔ ۱۵۰ بیرونی طلبہ زیر تعلیم ہیں ۔ قیام و طعام مدرسہ کے ذمہ ہے ۔ ذمہ دار اور ماہر اساتذہ شبانہ روز مصروف ہیں ۔ مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ ادارہ کی مالی معاونت کر کے ثواب دارین حاصل کریں ۔

المعلن : مولانا یعقوب شاہ صاحب
مدرسہ رحمانیہ منڈی ضلع ملتان

ابو عمار زاہد الراشدی

شہید حریت

مولانا سید شمس الدین شہیدؒ

تاریخ شہادت

۱۳ مارچ ۷۴ء

شہید حریت حضرت مولانا سید شمس الدین شہیدؒ کو ہم سے جدا ہوئے چھ برس ہو گئے مگر ان کی متحرک اور جری و جسور شخصیت ابھی تک نگاہوں کے سامنے پھر رہی ہے؛ اور یوں لگتا ہے جیسے ابھی وہ ساتھ بیٹھے کام کرتے کرتے تھوڑی دیر کے لئے اٹھ کر باہر چلے گئے ہوں۔ دراصل شہیدؒ نے مختصر سی عملی زندگی میں اپنے اکابر احباب اور رفقاء کے دلوں میں جرأت و جسارت اور غیرت و حمیت کے کچھ ایسے نقوش قائم کر دیے ہیں کہ بڑے سے بڑے زخم کو مندمل کر دینے والا مرہم "وقت" بھی ان کی جدائی کے صدمہ کی شدت کو کم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

سید شمس الدین شہیدؒ کا تعلق اس عظیم خاندان سے ہے جسے جناب رسالت مآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت کا شرف حاصل ہے؛ اور اس خاندان نے اس عظیم شرف کی لاج رکھنے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

شہیدؒ کے جد امجد حضرت سید حریف آلؒ بخارا سے ہجرت کر کے ژوب بلوچستان کے علاقہ میں آئے اور دو معزز قبائل کے درمیان صلح کا مقدس فریضہ سر انجام دے کر ہمیشہ کے لئے ان لوگوں کے دلوں میں اپنا گھر بنا لیا۔ اور پھر اپنے خاندان کو بسا کر احمد شاہ ابدالیؒ کے ہمراہ جہاد ہندوستان میں شریک ہوئے اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔

برصغیر پر فرنگی کے تسلط کے بعد بلوچستان میں فرنگی کے قدموں کو آگے بڑھنے سے روکنے میں بھی اس عظیم خاندان سادات نے جرأتمندانہ جدوجہد کی اور جب تک بس چلا فرنگی لشکر کے سامنے مزاحمت کی بلند دیوار قائم کئے رکھی۔

اسی خاندان میں سے اللہ تعالیٰ نے مولانا سید شمس الدین شہیدؒ کو جرأت و جسارت اور عزیمت و استقامت کی مختصر سی جھلکی لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے پیدا فرما دیا۔

سید شمس الدین شہیدؒ فورٹ سنڈیمن (اب ژوب) میں حضرت مولانا سید محمد زاہد مدظلہٗ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ فورٹ سنڈیمن کے ہائی اسکول میں میٹرک کیا، اور اس کے بعد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، مدرسہ مخزن العلوم خانپور، مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی مدظلہٗ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ حضرت مولانا عبد الحق مدظلہٗ اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان مدظلہٗ جیسے اساطین علم و فضل سے علم دین حاصل کیا۔

مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ راقم الحروف کو دورۂ حدیث میں شہیدؒ کی رفاقت کا شرف حاصل ہے جو اگرچہ آٹھ نو ماہ کے مختصر وقفہ پر مشتمل تھی مگر روحوں کے ازلی ملاپ نے اسے ناقابلِ شکست اخوت اور دائمی رفاقت کا روپ دے دیا۔

دورہ سے فارغ ہو کر واپس گھر گئے تو ۷۰ء کے انتخابی ہنگامے آغاز پر تھے۔ ملک کی تمام سیاسی پارٹیاں لنگر لنگوٹ کس کر انتخابی میدان میں کودنے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ شہیدؒ جو طالبِ علمی کے دَور میں جمعیۃ طلبہ اسلام سے وابستہ تھے اب جمعیۃ علماء اسلام کا پلیٹ فارم ان کی جولانگاہ بننے والا تھا۔ نہ عملی سیاست سے کچھ زیادہ لگاؤ تھا اور نہ انتخاب کا کچھ تجربہ۔ ویسے بھی بلوچستان کی اسمبلی کے پہلے انتخابات تھے۔ ناتجربہ کاری اور بے سروسامانی کے سوا کچھ نہ تھا، مگر فورٹ سنڈیمن میں علاقہ کے نواب اور بہت بڑے جاگیردار سردار تیمور شاہ جوگیزئی کو بلامقابلہ کامیاب ہوتے دیکھ کر سید شمس الدین شہیدؒ نے بھی نعرۂ مستانہ بلند کر دیا۔ لوگوں نے سمجھایا، ڈرایا، انجام سے باخبر کیا اور نواب کے غیض و غضب سے بچنے کی تلقین کی، مگر جرأت و استقلال کی حدت نے تخویف و

تحریص کے تمام ہتھیاروں کو پگھلا کر رکھ دیا اور علاقہ کے تجربہ کار، باوسائل اور طاقتور نواب کے سامنے ایک بے سروسامان اور ناتجربہ کار نوجوان ڈٹ گیا جس کی عمر بمشکل چھبیس سال تھی۔ مقابلہ ہوا اور خوب ہوا کہ کاروں اور جیپوں کے مقابلہ میں بائیسکل سوار اور پیدل کارکنوں نے وسیع و عریض خطۂ زمین میں انتخابی جنگ لڑی، اور جب انتخاب کے نتائج کا اعلان ہوا تو کئی نسلوں سے چلے آنے والے اجارہ دار خاندان کی سیاسی اجارہ داری کا بُت دھڑام سے زمین پر آرہا اور چھبیس سالہ نوجوان نے نواب کو ہزاروں ووٹوں سے شکست دیدی۔ شہیدؒ نے ایک بار خود راقم الحروف سے کہا کہ اس الیکشن مہم میں ان کے کُل سات سو روپے خرچ ہوئے جبکہ ان کے مدِمقابل کے انتخابی اخراجات لاکھوں سے متجاوز تھے۔

اب سیّد شمس الدین شہیدؒ بلوچستان میں جمعیۃ علماء اسلام کی سہ رکنی پارلیمانی پارٹی کے رکن اور اسمبلی کے سب سے کم عمر ممبر تھے۔

جمعیۃ علمائے اسلام اور نیشنل عوامی پارٹی نے صوبہ سرحد و بلوچستان میں مخلوط حکومتیں قائم کیں تو آپ کو بلوچستان اسمبلی کا ڈپٹی اسپیکر چُن لیا گیا اور جمعیۃ علمائے اسلام کی تنظیم نو کا مرحلہ آیا تو آپ جمعیۃ علمائے اسلام بلوچستان کی امارت کے منصب جلیلہ پر فائز ہوگئے اور یہ سب کچھ اتنی عجلت میں ہوا کہ خود رشک کو بھی رشک ہونے لگا۔

سیّد شمس الدین شہیدؒ نے بلوچستان میں جمعیۃ نیپ کی مخلوط حکومت کے دوران بھی بے باکی کا جراتمندانہ مظاہرہ فرمایا اور جس بات کو غلط سمجھا کوئی مصلحت آپ کو اسے غلط کہنے سے نہ روک سکی، اور جب حکومت کے خاتمہ کے بعد آپ کو لالچ اور خوف کے ہتھکنڈوں سے خریدنے کی کوشش کی گئی تو متعدد سفید ریش بزرگوں کو اقتدار کی دہلیز پر سر بسجود دیکھتے ہوئے بھی اس کم عمر نوجوان نے استقلال اور عزیمت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

بلوچستان میں قادیانیت کے خلاف سرگرم اور فیصلہ کن جدوجہد کر کے اس مسئلہ کو از سرِنو زندہ کیا اور نئی تحریک ختم نبوت کی بنیاد رکھی۔ اس دوران گرفتار بلکہ اغوا بھی ہوئے۔ مسلح دستوں کے محاصرہ میں رہے۔ دنیا میں کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ سیّد شمس الدین شہیدؒ کہاں ہیں؟ آپ کے لئے ہڑتالیں ہوئیں۔ جلوس نکالے گئے، جلسے ہوئے۔ نوجوانوں نے بھوک ہڑتال کی۔ قومی اسمبلی میں واویلا کیا گیا۔ ہائی کورٹ کے دروازے پر دستک دی گئی، تب جا کر انہیں ظلم و استبداد کے پنجہ سے نجات ملی اور پتہ چلا کہ اس نوجوان کو اسلحہ اور ہتھیار کے حصار میں بٹھا کر وزارت اعلیٰ کی پیشکش کی جاتی رہی ہے۔ بلینک چیک پیش کئے جاتے رہے ہیں مگر اقتدار اور دولت اس نوجوان کے سامنے آکر اپنی کشش اور سکت سے محروم ہو چکی تھی۔

وقت کے سب سے بڑے شاطر اور فنکار ڈپلومیٹ ذوالفقار علی بھٹو نے ایوانِ اقتدار میں طلب کیا اور ڈپلومیسی کے جال میں پھنسانا چاہا، مگر بھٹو کی عیاری اور ڈپلومیسی بھی اس نوجوان کے ایمان میں نقب نہ لگا سکی۔ آپ نے پہلے بھی پڑھا ہوگا، پھر پڑھیے اور ایمان تازہ کیجئے کہ ایشیا بلکہ تیسری دنیا کی سیاسی قیادت کا دعویدار بھٹو ایک ناتجربہ کار اور نوعمر سیاستدان کو طلب کر کے کہتا ہے کہ:

"مولوی صاحب! آپ لوگ بڑے اچھے ہیں، دیانتدار ہیں، با اصول ہیں، صاحب کردار ہیں۔ میں ملک میں بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں مگر اچھے ساتھی نہیں ملتے۔ اگر آپ لوگ نیپ کا ساتھ چھوڑ کر میرے ساتھ آجائیں تو ملک اور قوم کے لئے بہت کچھ کر سکتا ہوں۔"

مولوی شمس الدین جواب دیتے ہیں کہ:

"بھٹو صاحب! یہ ٹھیک ہے کہ ہم با اصول ہیں، لیکن یہ فرمائیے کہ کیا ہم اقتدار کے لئے نیپ کا ساتھ چھوڑ دینے کے بعد بھی با اصول رہیں گے؟"

تیسری دنیا کے سب سے بڑے ڈپلومیٹ کی زبان گنگ ہو جاتی ہے، اور اہلِ حق کے قافلہ کا ایک نوجوان سالار اپنے ایمان اور کردار کی دولت کو صحیح سلامت بچائے ہوئے کامیاب و کامران واپس پلٹ آتا ہے۔

یہ سیّد شمس الدین شہیدؒ کی مختصر سی مجاہدانہ زندگی کی چند جھلکیاں ہیں اور انہی کے باعث تو قافلہ ولی اللّٰہی کے ہر فرد نے مولوی شمس الدینؒ کی شہادت کو اپنے گھر کا غم سمجھا ہے۔

آج سیّد شمس الدین شہیدؒ ہم میں نہیں ہیں۔ وہ کامیاب و کامران اپنے خدا، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے اکابر کے پاس پہنچ چکے ہیں، لیکن ان کی زندگی، خدمات، جدوجہد، کردار، روایات اور جرأت و جسارت کے ناقابل فراموش مظاہر سے تو ایک کھلی کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔

آیئے ہم عہد کریں کہ سیّد شمس الدین شہیدؒ کی یاد کو اپنے عمل میں ہمیشہ زندہ رکھیں گے اور اس عظیم مردِ قلندر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے حق و صداقت اور عدل و انصاف کی جدوجہد کو اپنی توانائیوں، صلاحیتوں اور وسائل کا خراج پیش کرتے رہیں گے کہ زندہ قومیں اپنے شہیدوں کی یاد اسی طرح تازہ رکھتی ہیں۔

سرکولیشن منیجر
الطاف حسین
ضلع میانوالی سرگودھا مظفرگڑھ کے دورہ پر ہیں۔ احباب مطلع رہیں۔
(ادارہ)

آہ! مولانا الحاج محمد نور صاحب اچکزئی

نظام الدین پانیزئی

موت ایک حقیقت ہے۔ کائنات میں خالق مخلوقات کے سوا کسی کو بھی بقا نصیب نہیں ہوگی؛ لیکن کچھ لوگ مرتے ہیں تو ایک آنکھ بھی ان پر رونے والی نہیں ہوتی۔ کچھ لوگ رخصت ہوتے ہیں تو احباب و اقربار کا محدود حلقہ ان پر آنسو بہا لیتا ہے؛ لیکن کچھ آفتاب غروب ہوتے ہیں تو اِدھر سے اُدھر تک فضا مغموم ہو جاتی ہے اور کوئی نہیں گن سکتا کہ کتنی آنکھیں اشکوں میں بہہ گئیں۔ ان کی موت پر روحیں تڑپ اٹھتی ہیں اور ہر طرف حزن و ملال چھا جاتا ہے۔ بیک وقت کئی انسانوں کو رلانے والی موتوں میں ایک موت مقدس موت بلوچستان کے عظیم ہر دلعزیز رہنما حضرت الحاج علامہ محمد نور صاحب اچکزئی کی بھی تھی جو ۲۵ دسمبر ۱۹۷۹ء کو داغ مفارقت دے کر ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سن پیدائش

مولانا مرحوم و مغفور آج سے انہتر ۶۹ سال پہلے یعنی ۱۹۱۳ء کو چمن کے ایک علاقے کلی ملیزئی میں ایک متوسط پٹھان خاندان میں پیدا ہوئے۔ بلوچستان کے عوام کو دینی و مذہبی تعلیم سے فطری طور پر بہت زیادہ شغف رہا ہے۔ جب مولانا سات سال کے ہوئے تو ان کے والد نے اپنے آبائی شہر چمن میں ایک دینی مدرسہ میں انہیں داخلہ دلوایا۔ ابتدائی تعلیم چمن میں پانے کے بعد اپنے والد کے مشورے سے مولانا تحصیل علم کے لیے افغانستان چلے گئے۔ چھ سات سال افغانستان میں رہنے پر انہوں نے اپنی ذہانت و محنت کی بدولت وہاں کے علماء کرام کو بہت زیادہ متاثر کر کے افغانستان کے علماء کرام نے انہیں درس نظامی کی آخری کتابیں پڑھنے کے لیے ہندوستان جانے کا مشورہ دیا جو کہ اس وقت بھی دینی علوم کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ مولانا اپنے اساتذہ کے حکم پر افغانستان سے ہندوستان روانہ ہو گئے اور ہندوستان کے مختلف مدارس میں انہوں نے ممتاز علماء کرام سے استفادہ کیا۔ آخری دورہ حدیث انہوں نے ہند کے مشہور شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الحق سے کیا۔ ہندوستان میں قیام کے دوران مولانا نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے ملنے اور بار بار ان کی صحبتوں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کر لی؛ اور شیخ الاسلام سے سیاست سیکھی۔ دورِ طالب علمی میں ہی مولانا مرحوم نے جمعیۃ علماء ہند کی زیر قیادت چلنے والی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد جب بلوچستان واپس ہوئے تو اپنے علاقے چمن میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور بہت محنت سے نئے دور کے تقاضوں کے مطابق اپنے شاگردوں کو پڑھاتے اور تربیت دیتے رہتے۔ ساتھ ساتھ انہوں نے اصلاح معاشرہ کی ایک زبردست مہم شروع کی۔ ظلم نا اتفاقی۔ خلاف شرع رسومات کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے اپنے ساتھیوں (بالخصوص مولانا عرض محمد و مولانا میرک شاہ صاحب) کی مدد سے بلوچستانی علماء کو عملی سیاست میں حصہ لینے کی تربیت دے انگریز کے قائم مقام ذہن اور استحصالی سرداری نظام کو شکست دینے کی ایک اور کامیاب کوشش فرمائی؛ اور یہ انہی حضرات کی محنتوں اور جانفشانیوں کا نتیجہ اور پھل ہے کہ بلوچستان کے علماء ایک منظم تنظیم کی شکل میں عوام کے دلوں اور صوبے کی سیاست پر چھائے رہیں۔ سامراجی ایجنٹوں۔ نوابوں۔ خانوں۔ جاگیرداروں کو شکست دے عوامی قیادت خود سنبھال لی۔ مولانا مرحوم ایک جامع صفات اور عظیم شخصیت تھے۔ صحابہ کرامؓ کی عظمت و محبت مولانا کے قلب میں بہت تھی۔ صحابہ کرامؓ کی شان میں بے ادبی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔

سابق صدر ایوب خاں کے شرمناک خاندانی منصوبہ بندی اور عائلی قوانین کے نفاذ پر مولانا نے اپنے علاقہ اور ضلع کے عوام کے ساتھ مل کر سخت احتجاج کیا۔ بھٹو سفاک کے دورِ حکومت میں تحریک ختم نبوت۔ تحریک سول نافرمانی۔ تحریک نظام مصطفےٰ میں بھرپور حصہ لیا اور کئی بار ظالم حاکموں کے عتاب کا شکار ہوئے؛ کئی بار جیل جانا پڑا لیکن مولانا کے عزم و استقامت میں ذرہ بھر بھی فرق نہ آیا۔ ملتوی شدہ انتخابات میں اپنے حلقہ سے کالعدم جمعیۃ علماء اسلام کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کی ممبرشپ کے امیدوار تھے۔ اگر انتخابات ملتوی نہ ہوتے تو آپ یقیناً کامیاب ہو جاتے۔ مولانا نے آخری پانچ سالوں میں جمعیۃ طلبائے اسلام کی تنظیم پر خصوصی توجہ دی۔ وہ فرماتے تھے کہ اس پرفتن دور میں جمعیۃ طلبائے اسلام ہی ایک ایسی تنظیم ہے کہ جس سے اسلام۔ قوم۔ ملک کی بہی خواہی کی توقع کی جا سکتی ہے (باقی ص ۲۶ پر)

ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد چنیوٹ نے ۲۶، ۲۷ فروری کو جامع مسجد گڑھا میں دو روزہ فتح مباہلہ کانفرنس کا انعقاد کیا۔ ممتاز عالم مولانا منظور احمد چنیوٹی نے ۱۹۶۳ء میں انہی دنوں قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کو مباہلہ کی دعوت دی تھی

اور مسلمانوں کے تمام فرقوں نے اس مباہلہ میں مولانا چنیوٹی کو اپنا نمائندہ قرار دیا تھا۔ مگر مرزا محمود نے یہ دعوت قبول نہ کی جس کی یاد میں ہر سال انہی تاریخوں میں فتح مباہلہ کانفرنس منعقد کی جاتی ہے۔

کانفرنس کی افتتاحی نشست ۲۶ فروری کو دریائے چناب کے کنارے پر اس جگہ منعقد ہوئی تھی جو مباہلہ کے لیے طے کی گئی تھی۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی نے مباہلہ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے قرآن وحدیث سے مباہلہ کی اہمیت واضح کی اور موجودہ قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد کو مباہلہ کی دعوت کا اعادہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ:

> حق و باطل کی تمیز کے لئے مباہلہ کرنا سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اس لئے قادیانی خلیفہ کو یہ دعوت قبول کرلینی چاہیئے۔

کانفرنس کی دوسری نشستیں جامع مسجد گڑھا میں ہوئیں جن سے مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا زاہد الراشدی، مولانا گل محمد توحیدی، مولانا عبدالوارث، ڈاکٹر غلام محمد مولانا قاری عبدالحفیظ، طالب علم راہنما ملک خلیل احمد، الحاج سید ابن گیلانی، خان محمد کمتر اور دیگر مقررین نے خطاب کیا جبکہ کانفرنس کی مختلف نشستوں کی صدارت بلدیہ چنیوٹ کے چیئرمین قاضی صفدر علی وائس چیئرمین حاجی عبدالمتین اور ممتاز سماجی راہنما حکیم محمد صدیق نے کی۔

مقررین نے ملت اسلامیہ کے درمیان اتحاد واتفاق کی ضرورت پر زور دیا اور قادیانی مسئلہ کے سلسلے میں قومی اسمبلی کے فیصلہ پر عملدرآمد اور اس کے مطابق قانون سازی کا مطالبہ کیا۔ کانفرنس میں مندرجہ ذیل قراردادیں منظور کی گئیں:

(۱) اٹھارویں سالانہ فتح مباہلہ کانفرنس کا یہ اجلاس افغانستان میں روس کی مسلح جارحیت کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسے عالم اسلام اور ترقی پذیر ممالک کی آزادی وخودمختاری پر حملہ قرار دیتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں اسلامی وزرائے خارجہ کانفرنس منعقدہ اسلام آباد کے فیصلوں اور اعلانات کی پُرزور تائید کرتے ہوئے روس سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ عالمی رائے عامہ کا احترام کرے اور افغانستان سے اپنی تمام افواج بلاتاخیر واپس بُلا لے۔ یہ اجلاس روسی جارحیت کے خلاف افغان مجاہدین کی مجاہدانہ مساعی کی حمایت کرتا ہے اور پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک سے افغان مجاہدین کو مکمل اور بھرپور امداد وحمایت فراہم کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ اجلاس حکومت پاکستان کو یقین دلاتا ہے کہ ملکی سالمیت کے لیے پوری قوم متحد ہے اور فرزندانِ وطن اپنے ملک کے وقار اور سلامتی کے تحفظ کے لئے کسی قربانی سے گریز نہیں کریں گے۔

۲۔ یہ اجلاس ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کو ایک سال سے زائد عرصہ گذر جانے کے باوجود مثبت اور خاطر خواہ نتائج سامنے نہ آنے پر سخت تشویش کا اظہار کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اسلامی قوانین کے نفاذ کے بعد ملک کے عدالتی وانتظامی ڈھانچہ کو اسلام کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ضروری تھا، لیکن یہ ناگزیر تقاضہ پورا کئے بغیر اسلامی قوانین کو نوآبادیاتی طرز کے انتظامی و عدالتی ڈھانچہ کے رحم وکرم پر چھوڑ

دینے کا یہ نتیجہ سامنے آیا ہے کہ نہ صرف نافذ شدہ قوانین نتائج کے لحاظ سے غیر مؤثر ہو کر رہ گئے ہیں، بلکہ اسلام دشمن عناصر کو اسلام کے بارہ میں غلط فہمیاں اور شکوک و شبہات پھیلانے کا موقع مل رہا ہے۔ بنا بریں یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ اسلامی قوانین کے نفاذ کو مؤثر اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے پوری قوم کو بالعموم اور مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام کو بالخصوص اعتماد میں لیا جائے، تاکہ قوم کو اس معاملہ میں بے یقینی اور تذبذب کی دلدل سے نکالا جا سکے۔

کمیونزم کو روکنے کے لئے نوجوان نسل کو سیرتِ مبارکہ سے روشناس کرایا جائے

اسلام جمہوریت اور فرد کے حقوق کا سب سے زیادہ خیال رکھتا ہے

سیرت کانفرنس سے خطاب

لورالائی: اسلام میں اظہار رائے کی مکمل آزادی ہے۔ اسلام ہی وہ مکمل ضابطۂ حیات ہے جو کہ بنی نوع انسانی کے لئے ہر دور میں قابلِ عمل اور مکمل نظام حیات ہے۔ ان خیالات کا اظہار ممتاز نوجوان رہنما حافظ حسین احمد نے لورالائی میں جمعیۃ طلباء اسلام کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان سیرت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس ترقی یافتہ دور میں جبکہ سائنس کی ترقی نے ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ اس سے اسلام کی حقانیت اور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ان پہلوؤں کی تصدیق ہوتی ہے جن کو مشرکین نے ہدفِ تنقید بنایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ مساوات جمہوریت اور فرد کے بنیادی حقوق کا جتنا خیال اسلام میں رکھا گیا ہے کسی مذہب اور ازم میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ عمر فاروق رضؓ جیسے خلیفۂ وقت کو بر سر عام ایک عام مسلمان ٹوک سکتا تھا جس پر خلیفۂ وقت نہ اظہار ناراضگی کرتا ہے اور نہ اس کو سزا دیتا ہے بلکہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت جبکہ عالمِ اسلام اور اسلامی ممالک میں کمیونزم کو طاقت کے ذریعے مسلط کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں ضروری ہے کہ نوجوان نسل کو سیرت مبارکہ سے روشناس کرایا جائے۔

کانفرنس سے مولانا فتح خان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ زندگی کے ہر شعبے میں مسائل کے حل کے لئے اسلام نے گائیڈ لائن دی ہے۔ انہوں نے دلائل سے ثابت کیا کہ ہر الجھن کا حل قرآن میں موجود ہے۔

مولانا آغا محمد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم صرف زبان سے سیرت منانے کی باتیں کریں مگر عملی طور پر اسلام کے نفاذ پر توجہ نہ دیں تو اس سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔

نوجوان مقرر اور جمعیۃ طلباء اسلام ضلع لورالائی کے صدر شمس الدین نے کہا کہ جمعیۃ طلباء اسلام نے نوجوان نسل کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلابی پروگرام سے روشناس کرانے کا عزم کیا ہے اور آج مدارس عربیہ کے ساتھ سکول اور کالج کے نوجوان لادینی نظریات کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں۔

مولانا فیض اللہ نے کہا کہ بلوچستان کے غیور عوام ان عناصر کو مسترد کر چکے ہیں جو کہ پاکستان میں بیٹھ کر دوسرے ازموں کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ نوجوان طالب علم رہنما اسحٰق عبداللہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں چاہیئے کہ اس ماہ مبارک میں عہد کریں کہ ہم اپنی زندگی کے ہر شعبہ کو سیرت النبیؐ سے مزین کریں گے۔ انہوں نے کہا افسوس ہے کہ پاکستان میں رشوت اور سود کا دور دورہ رہا ہے۔ آخر میں مولانا محمد علی نے صدارتی کلمات کہے اور دعا کی۔

گوجرانوالہ

گذشتہ شب مدنی مسجد دیگانوالہ ملنبار گوجرانوالہ میں جمعیۃ خدام الاسلام کے زیر اہتمام سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس سے شیخ الہند سوسائٹی کے صدر حافظ گلزار احمد آزاد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنا کر ہی کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ موجودہ مادیت کے پُرفتن دور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک مینارۂ نور ہے جس سے ہدایت کی روشنی حاصل کی جا سکتی ہے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں حاضرین پر زور دیا کہ وہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنائیں کیونکہ موجودہ معاشرے کو صحیح اسلامی معاشرہ تب ہی بنایا جا سکتا ہے جبکہ ہم اسوۂ رسول علیہ السلام پر عمل پیرا ہو کر نیکی کو عام کریں اور برائی کو مٹائیں۔ یہی وہ جذبہ تھا جو مسلمانوں کو آپس میں متحد رہنے اور کفر کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنائے ہوئے تھا۔ اگر آج بھی مسلمانوں میں سنت رسول علیہ السلام پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ پیدا ہو جائے تو کھوئی ہوئی عزت دوبارہ مل سکتی ہے۔

آباد کاروں کو بیدخل نہ کیا جائے۔

حاجی شبیر احمد

شور کوٹ شہر بڑی آبادی کا پرانا شہر ہے۔ جتنا پرانا شہر ہے اتنے ہی اس کے مسائل بھی ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ ترسیم تھور ہے جس کی وجہ سے آبادی بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔ گندگی سیوریج کا مسئلہ، گلیوں نالیوں کی صفائی، سٹریٹ لائٹ وغیرہ ایسے مسائل روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں۔ مقامی لوگ ان مذکورہ مسائل کو حل کرنے کیلئے تگ و دو کر رہے ہیں، مگر سرکاری افسران اور کنٹونمنٹ کے اہلکار توجہ نہیں دے رہے ہیں بلکہ الٹا اب انہوں نے ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ وہ یہ کہ پچھلے ۳۲ سال سے رہنے والے لوگ اب این او سی حاصل کر کے ہی اپنے مکانات میں رہ سکتے ہیں۔ این او سی بھی صرف ایک سال کا! سال بعد کنٹونمنٹ جسکو چاہے گی زمین الاٹ کر دے گی۔

مقامی لوگوں نے ۳۲ سال سے اس شہر کو آباد کر رکھا ہے اور اپنی اپنی زمینوں کا پورا پورا کرایہ ادا کیا ہے۔ بارہ سال پیشتر کنٹونمنٹ نے ان زمینوں پر قبضہ کیا تو تمام ٹیکس ادا کئے گئے اب جبکہ اتنا عرصہ مقامی لوگوں کو رہتے ہوئے ہو گیا ہے کنٹونمنٹ کہتی ہے کہ این او سی حاصل کیا جائے، وہ بھی صرف ایک سال کے لئے ہوگا سال بعد وہ مالکانہ حقوق کینسل کر کے کسی اور کو یہ حقوق منتقل کر دیے جائیں گے۔ ۳۲ سال سے لوگ اس آبادی پر سخت محنت کر رہے ہیں تاکہ رہنے کے قابل ہو جائے، اب جبکہ اسکی حالت بدلنے لگی ہے تو کنٹونمنٹ نے پریشان کرنا شروع کر دیا ہے۔ مقامی لوگوں کا مطالبہ ہے کہ اس زمین کو پانچ روپے فی مرلہ کے حساب سے الاٹ کر دی جائے۔

حکومت سے اپیل ہے کہ اس مسئلہ پر جلد از جلد غور کر کے اسے حل کیا جائے تاکہ اہل آبادی سکھ کا سانس لے سکیں۔

یوم شیخ الہند

تنظیم العلماء جھنگ کے زیر اہتمام مدرسہ عربیہ جامعہ عثمانیہ سٹیلائٹ ٹاؤن، جھنگ میں تحریک آزادی کے نامور رہبر حضرت مولانا محمود حسنؒ دیوبندی کی یاد میں ایک محفل حسن قرأت کا اہتمام کیا گیا جس میں حضرت قاری حسن شاہ صاحب، جناب قاری احمد میاں تھانوی، قاری محمد سعید ملتانی، قاری محمد زبیر، قاری محمد طاہر، قاری محمد شفیق، قاری عبدالشکور ارشد، قاری طارق محمود اور قاری محمد صدیق صاحب نے شرکت فرمائی۔ آخر میں حضرت مولانا مفتی عبدالمجید صاحب نے حضرت شیخ الہندؒ کی شخصیت پر روشنی ڈالی اور آپ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کیا گیا۔

ضروری اعلان

فضلاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی ۵ جہاں بھی ہوں اپنے موجودہ پتہ سے دفتر جامعہ کو فوری اطلاع دیں تاکہ ان میں باہمی ربط پیدا کر کے خدمت دین کا جذبہ بیدار کیا جا سکے۔

ناظم دعوت و تبلیغ
جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵
(سابقہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی ۵)

اقبال راہی کو صدمہ

اردو، پنجابی کے معروف شاعر ادیب جناب اقبال احمد راہی کے والد محترم جناب شیخ اشفاق احمد گذشتہ ماہ انتقال کر گئے۔ اس خبر کا اندوہناک پہلو یہ ہے کہ اسی روز ان کی ایک بیٹی کی شادی ہونا تھی۔ ہم اقبال راہی کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور خدا تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر کی توفیق دے۔ (ادارہ)

اظہار تعزیت

کالعدم جمعیۃ علماء اسلام موضع سمی سمو (عبدالحکیم) کے سابق کارکن حاجی محمد باقر سمو، چودھری جراغ محمد سمو، حاجی غلام نبی سمو، اور حبیب رحمن سمو نے ایک تعزیتی پیغام میں جناب جاوید ابراہیم پراچہ کے والد محترم کے انتقال پر رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی ہے۔

انتقال پر ملال

دار التبلیغ رحمانیہ گوجرانوالہ کے بانی مولوی عبدالرحمن صاحب گذشتہ دنوں مختصر سی علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) نماز جنازہ بزرگ عالم دین حافظ محمد گوندلوی نے پڑھایا۔

مرحوم نے پسماندگان میں ایک صاحبزادہ چھوڑا ہے جو کہ اومنی پرنٹرز لاہور کا مالک ہے۔ مرحوم نے تمام زندگی قرآن و سنت کی تعلیم اور تبلیغ اسلام پر صرف کی۔

رب العزت مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

آہ! مولانا الحاج محمد نور صاحب اچکزئی

مولانا طویل علالت کے بعد ۲۵ دسمبر ۱۹۷۹ء کی رات کو اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ مولانا کے پسماندگان میں بارہ نوجوان بیٹے تین بیوائیں، تین بیٹیاں شامل ہیں۔ مولانا کے تمام بیٹے دینی تعلیم کے حصول میں مصروف ہیں۔ مولانا کی پچاس سالوں کی مجاہدانہ زندگی ناقابل فراموش خدمات نوجوانوں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ خدا پاک ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور مولانا کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

طلبہ کی سرگرمیاں

محمد ادریس

سید شمس الدین شہیدؒ نے اپنے لئے ایک راستہ منتخب کیا اور اس کے لئے جان دیدی

پورے ملک میں سید شمس الدینؒ کی یاد میں تقریبات منعقد کی جائیں

مولانا سید شمس الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے عظیم راہنما تھے جنہیں حق گوئی کے جرم میں ۱۳ مارچ ۱۹۷۴ء کو شہید کر دیا گیا تھا۔ وہ ایک مثالی مرد مومن تھے جنہوں نے اپنے لئے ایک راستہ منتخب کیا تھا اور اس کے لئے اپنی پوری زندگی اس کے لئے جدوجہد کی اور آخر اس کے لئے اپنی جان قربان کردی۔

مولانا سید شمس الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ جمعیۃ طلبہ اسلام کے عظیم محسن تھے۔ انہوں نے اپنی جدوجہد کا آغاز جمعیۃ طلبہ اسلام کے پلیٹ فارم سے کیا۔ جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان اپنے اس عظیم محسن کی یاد میں پورے ملک میں تقریبات منعقد کرے گی۔

تمام ساتھیوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ مارچ میں مولانا کی یاد میں تقریبات کا اہتمام کریں۔ قرآن خوانی کی مجالس منعقد کریں۔

شیخ درخواستی اور جاوید پراچہ نے مہاجرین کے کیمپوں کا دورہ کیا

گذشتہ دنوں پیر طریقت حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ اور قائد طلباء جناب جاوید ابراہیم پراچہ نے افغان مہاجرین کے کیمپوں کا دورہ کیا۔ بعد ازاں دار العلوم عربیہ ٹل کے دار الحدیث میں جمعیۃ طلبہ اسلام کے ساتھیوں سے خطاب کرتے ہوئے قائد طلبہ جناب جاوید ابراہیم پراچہ نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ کفن باندھ کر میدان میں نکل آئیں اور باطل قوتوں کے خلاف ڈٹ جائیں۔

اس کے بعد جمعیۃ طلبہ اسلام ٹل کے ناظم عمومی جناب شاہ ولی اللہ نے حضرت درخواستی کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ آخر میں حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے طلبہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ:

"آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ کو ایسا عطیہ دیا گیا ہے جو نہ بادشاہوں کے ساتھ ہے اور نہ سرمایہ داروں کے ساتھ ہے۔ وہ عظیم عطیہ علم ہے۔ انہوں نے طلبہ پر زور دیتے ہوئے کہا کہ علم کی قدر کرو اور اس پر عمل کرو پھر آپ کو دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔

نجیم خان کے والد محترم چل بسے

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان صوبہ سرحد کے ناظم عمومی جناب نجیم خان کے والدِ محترم گذشتہ دنوں قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ راجعون

مرحوم کئی سال سے صاحبِ فراش تھے۔ بلاشبہ یہ سانحہ ہمارے بھائی نجیم خان کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان کے

مرکزی صدر	:		جناب جاوید ابراہیم پراچہ
نائب صدر	:	”	میاں محمد اجمل قادری
		”	نور احمد سندھی
ناظمِ عمومی	:	”	ندیم اقبال اعوان
		”	ڈاکٹر اعظم چیمہ
ناظم اطلاعات	:	”	حافظ اطہر عزیز
صوبہ پنجاب کے صدر	:	”	ظہیر منیر
صوبہ سندھ کے صدر	:	”	نذیر احمد بھنبھوار
ناظم عمومی	:	”	عبد الخالق ندیم
ضلع لاہور کے صدر	:	”	خالد محمود ٹیپو
سابق صدر جمعیۃ طلباء اسلام	:	”	میاں محمد عارف ایڈوکیٹ

نے نجیم خان سے اظہارِ تعزیت کیا ہے اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی ہے۔

مُبارکباد

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے سابق صدر جناب میاں محمد عارف انکم ٹیکس بار ایسوسی ایشن گوجرانوالہ کے سالانہ انتخابات میں فنانس سیکریٹری منتخب ہو گئے ہیں۔ ہم انہیں انکم ٹیکس بار ایسوسی ایشن گوجرانوالہ کے فنانس سیکریٹری منتخب ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

جرار بھوڑ شریف

(ضلع شکارپور)

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلبہ اسلام ضلع شکارپور کے صدر جناب دین محمد قریشی صاحب نے ضلع شکارپور کا دورہ کیا اور جرار بھی تشریف لے گئے۔ انہوں نے اجلاس میں جمعیۃ طلبہ اسلام کے پروگرام پر مفصل روشنی ڈالی اور ساتھیوں کو دلجمعی سے کام کرنے کے لئے کہا۔ بعدازاں مقامی شاخ کا انتخاب عمل میں آیا۔

صدر	حافظ محمد عثمان سیٹھا
نائب صدر	غلام رسول بروہی
ناظمِ عمومی	محمد صالح بھوڑ
ناظم	دین محمد جکھرانی
” مالیات	اللہ داد بگٹی
” اطلاعات	حمد اللہ جکھرانی

جمعیۃ
طلبہ اسلام
کے
مرکزی
کنونشن
کی مکمل رپورٹ
اور
مرکزی
مجلس عاملہ و
عمومی
کے اجلاس کے فیصلے
آئندہ شمارے میں
ملاحظہ فرمائیں۔